کتاب النبض
کتب خانہ
طبیب
نبض سے متعلق ضروری بیانات
ام اور احکام شیخ الرئیس بوعلی
قانون کے مطابق جزوی اصلاح
تنقیح اور ضروری اضافات
حکیم اجمل خان دہلوی

جسمیں نبض کے متعلق ضروری بیانات، اسکے اقسام اور احکام شیخ الرئیس
بوعلی سینا کے قانون کے مطابق جزوی اصلاح و ترمیم، مناسب
تنقیح اور ضروری اضافات مسیح دوراں حکیم **اجمل خان** دہلوی کے ساتھ
شائع کئے گئے ہیں۔

قیمت ——— ۴۰/۰۰ روپے
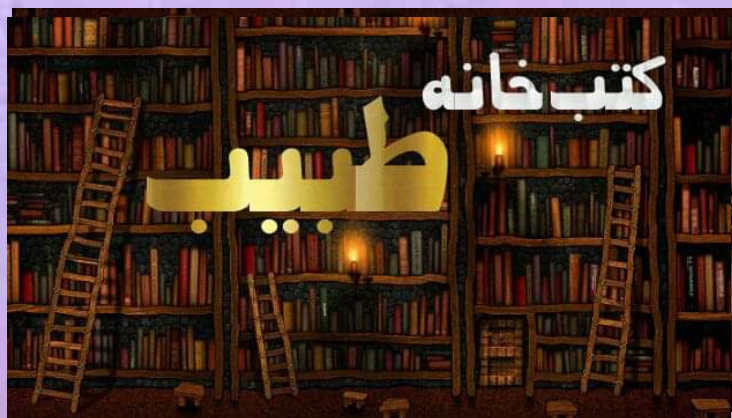
بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم

نبض کا بیان

نبض کی تعریف نبض اوعیۂ روح کی حرکت کا نام ہے، جو انبساط و انقباض (پھیلنا اور سکڑنا) سے مرکب ہوتی ہے؛ اور اس حرکت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ نسیم کے ذریعہ روح کی تدبیر (اور اصلاح) حاصل ہو۔ (شیخ)

اوعیۂ روح (روح کے ظروف) میں اگرچہ شرائین کے ساتھ قلب بھی شریک ہے، اور وریدوں میں بھی کمی کے ساتھ روح حیوانی پائی جاتی ہے، مگر یہاں نبض سے محض شرائین کی حرکت مراد ہے۔ اور قلب خارج از مقصود ہے۔ اس لئے کہ نبض کے دلائل کی قسمیں قلب میں نہیں پائی جاتی ہیں +

نبض کی حرکت کس قسم کی ہے؟ اس سوال کے جواب کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ پہلے حرکت کی قسمیں بتائی جائیں:

حرکت چار مقولوں (اَین، وضع، کَم، اور کیف) میں واقع ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے حرکت کی چار قسمیں کی جاتی ہیں:-

(۱) حرکت اَینیہ، (۲) حرکت وضعیہ، (۳) حرکت کمیہ (۴) حرکت کیفیہ۔ ان میں سے ہر ایک کی تعریف ذیل میں درج ہے:-

حرکت اَینیہ سے مراد "حرکت مکانیہ" ہے، جس میں

سلے **اوعیۂ روح** = اوعیہ "دعاء" کی جمع ہے، اور "دعاء" کے معنے ظرف (برتن) ہیں، لہذا اوعیۂ روح کے معنے روح کے ظروف یعنی روح کے برتن ہوئے، اور اس سے مراد قلب اور شرائین ہیں، کیونکہ یہی اعضاء روح کے لئے ظروف کے مانند ہیں +

حرکت کے ساتھ جسم متحرک کا مکان اور اُس کی جگہ بدلتی رہتی ہے، مثلاً چلنے پھرنے کی حرکت +

حرکت وَضعِیَّہ میں جسم متحرک (حرکت کرنے والا جسم) اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے، مگر اس کی وضع بدلتی رہتی ہے۔ مثلاً چکی کے گھومنے کی حرکت +

حرکت کَمِّیہ میں جسم کی مقدار بدلتی رہتی ہے؛ جس کی پھر دو صورتیں ہیں: جسم کی مقدار بڑھے یا وہ گھٹے +

پھر جسم کی مقدار کے گھٹنے اور بڑھنے کی دو صورتیں ہیں:-

(۱) کوئی چیز اس جسم میں اضافہ کے طور پر شامل ہو، اور اس جسم کے اضافہ کی وجہ سے وہ جسم بڑھے، تو اس کو اصطلاحاً **نُمُوّ** (بالیدگی) کہا جاتا ہے، مثلاً نباتات کا بڑھنا۔ اور اگر وہ جسم بغیر کسی دوسرے جسم کے اضافہ کے بڑھے تو اسے **تَخَلخُل** کہا جاتا ہے؛ مثلاً گرمی کے پہونچنے سے پارہ اور پانی کے حجم کا پھیل جانا۔

اسی طرح کسی جسم کی مقدار کے گھٹنے کی بھی دو صورتیں ہیں:-

(۱) اُس کی مقدار کسی مادہ کے کم ہو جانے کی وجہ سے کم ہو، تو اسے **ذُبُول** کہا جاتا ہے؛ مثلاً دستوں کی وجہ سے بدن کا لاغر ہو جانا +

(۲) اُس کی مقدار مندرجہ بالا وجہ سے بغیر کسی دوسری وجہ سے گھٹ جائے، تو اُسے **تَکَاثُف** کہا جاتا ہے؛ مثلاً ٹھنڈک پہونچنے سے پارہ یا پانی کا سکڑ کر حجم کا گھٹ جانا +

حرکت کَیفِیہ میں محض جسم کی کیفیت بدل جاتی ہے، مثلاً کسی چیز کا گرم ہو جانا یا اس کا سرد ہو جانا +

اب رہا یہ سوال کہ نبض کی حرکت کس قسم کی ہے؟ اس میں تو سب کا اتفاق ہے کہ نبض کی حرکت "حرکت کیفیہ" کے قبیلے سے نہیں ہے۔ باقی تینوں حرکتوں میں اختلاف ہے +

جمہور اطبا، کا مذہب تو یہ ہے کہ نبض کی حرکت "حرکت اینیہ" (مکانیہ) ہے لیکن **شیخ** اور اکثر شارحین قانون مثلاً **علامہ علاؤالدین قرشی** وغیرہ کی رائے ہے، کہ نبض کی حرکت "حرکت وضعیہ" ہے۔ حرکت وضعیہ میں یہی ہوتا ہے کہ جسم متحرک کے اجزار اور اس کے مکان کے اجزار کی نسبت میں اس طرح فرق آجاتا ہے کہ سارا جسم متحرک اپنے پورے مکان سے خارج نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا کوئی نہ کوئی حصّہ اپنے مکان کے اندر ضرور قائم رہتا ہے؛ یا یہ کہ یہ جسم بحیثیت مجموعی اپنے مکان میں باقی رہتا ہے۔ مثلاً جب کوئی گول جسم اپنے مرکز پر گردش کھاتا ہے، تو گو اس کے اجزار اپنے مکان کے اجزار کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہیں، مگر یہ سارا جسم پورے مکان سے باہر نہیں نکلتا ہے۔ بلکہ اس گول جسم کے اجزار کی نسبت مکان کے اجزار کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے؛ غرض اس صورت میں حرکت کی وجہ سے جسم کی وضع بدلتی رہتی ہے۔ یہی حال چکّی کے گھومنے کا ہے؛ چکّی کی گردش کے وقت گو چکّی کے اجزار کی نسبت مکان کے اجزار کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے، مگر ساری چکّی اپنے پورے مکان سے باہر نہیں آجاتی ہے۔ اور وضع ایک ایسی چیز ہے کہ اس میں کمی، بیشی اور تبدیلی ہو سکتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص بیٹھا ہوا ہو، اور وہ اُسی جگہ قائم رہنے کے باوجود کھڑا ہو جائے؛ یا وہ کھڑا ہوا ہو اور وہ جھک جائے، یا مڑ جائے۔ ان تمام صورتوں میں حرکت وضعیہ ہے، اگرچہ مکان کی ہیئت کھڑے ہو جانے یا جھک جانے سے ضرور بدل جاتی ہے؛ یہی حال شریانوں کے سکڑنے اور پھیلنے کا ہے۔ اس سے گو مکان چھوٹا اور بڑا ہو جاتا ہے، مگر مجموعی شریان اپنے پورے مکان سے باہر نہیں آجاتی +

اس کے برعکس حرکت اینیہ میں یہ ضروری ہے کہ جسم

متحرک کے سارے اجزاء اپنے سارے مکان سے باہر آجائیں، مثلاً چلنے پھرنے کی حرکت، اگر ایسی صورت ہوگی تو اسی حرکت اینیہ نہیں کہا جائیگا۔

اسمیں کوئی شک نہیں کہ کھڑے ہو جانے کی صورت میں کھڑے ہونے والے شخص کا کوئی نہ کوئی حصہ یقیناً مجموعہ مکان کے کسی نہ کسی حصّے کے ساتھ اُسی طرح لازم وچسپاں رہتا ہے، جس طرح وہ کھڑے ہونے سے پہلے تھا، اسی طرح جو کرہ یا گول جسم اپنے مرکز پر گھومتا ہے، وہ اپنے مکان میں قائم رہتا ہے؛ اگرچہ اس کے اجزاء مکان کے اجزاء کے ساتھ اس طرح چسپاں نہیں رہتے، جس طرح وہ حرکت سے پہلے ہوتے ہیں، برعکس اس کے اگر ایسے گول جسم کا مرکز ذرا بھی حرکت کر جائے، تو اس صورت میں نہ اس کا کوئی جزء مکان کے کسی جزء میں قائم رہیگا، اور نہ مجموعی جسم مجموعی مکان میں قائم رہیگا، بلکہ پورا جسم پورے مکان سے باہر نکل آئیگا، اس لئے اس کی یہ حرکت "حرکت مکانیہ" ہوگی نہ کہ حرکت وضعیہ۔

الغرض حرکت وضعیہ اور حرکت مکانیہ میں جو فرق ہے، اس کا دارومدار اس بات پر ہے کہ حرکت وضعیہ میں دو باتوں میں سے کسی ایک بات کا ہونا ضروری ہے:

(۱) یا جسم متحرک اپنے اس مکان کے اندر قائم رہے، جس مکان کے اندر وہ حرکت کر رہا ہے، جیسا کہ کرہ کے گردش کھانے میں، یا چکّی کے گھومنے کی صورت میں ہوتا ہے۔

(۲) یا جسم متحرک کا کوئی حصہ مکان کے کسی حصّے کے ساتھ اسی طرح چسپاں اور وابستہ رہے، جس طرح وہ حصہ حرکت سے پہلے وابستہ تھا؛ مثلاً کھڑے ہونے کی صورت میں دونوں پیر اپنی جگہ پر اگر قائم رہیں، تو یہ حرکت وضعیہ ہوگی، ورنہ مکانیہ

حرکت نبض کا محرک کون ہے؟

اس میں اگرچہ متقدمین مختلف الآراء ہیں۔ مگر صحیح مذہب علامہ علاؤ الدین قرشی کا ہے۔

قرشی کا قول ہے کہ "قلب کے پھیلنے کے وقت شریانیں سکڑتی ہیں اور قلب کے سکڑنے کے وقت شریانیں پھیلتی ہیں" +

اس قول کی توضیح یہ ہے کہ جب قلب سکڑتا ہے، تو روح اپنے خون شریانی کے ساتھ شریانوں کی طرف قہراً جبراً دفع ہوتی اور ڈھکیلی جاتی ہے، جس سے شریانیں پھیلنے پر مجبور ہوجاتی ہیں، اور یہ خون اس ترتیب کے ساتھ آگے بڑھتا ہے کہ پہلے یہ بڑی شریانوں سے چھوٹی شریانوں میں، اور چھوٹی شریانوں سے عروق شعریہ میں روانہ ہوتا ہے، جس سے شریانیں پھر اپنے اصلی حجم پر آجاتی ہیں۔ خون اور روح کی اس روانگی میں قلب کے انقباض اور اس کے زور کے علاوہ یہ امر بھی اعانت کرتا ہے کہ شریانوں کی لچکدار نالیاں جب خون سے بھر جاتی ہیں، تو یہ نالیاں لچک کی وجہ سے سکڑتی ہیں، جس سے خون دب کر آگے روانہ ہونے پر مجبور ہوتا ہے۔ پھر جب قلب پھیلتا ہے، تو خون کی دوسری متصلہ شریانوں اور رگوں سے خون اور روح دوڑ کر قلب کی طرف آتا ہے، اور اس کے خلار کو بھر دیتا ہے، یہ عمل پچکاری (مزرقہ) سے نہایت مشابہت رکھتا ہے +

الغرض قلب کے پھیلنے کے وقت شریانیں سکڑتی ہیں، اور اس کے سکڑنے کے وقت شریانیں پھیلتی ہیں اس سے ثابت ہوا کہ نبض کی حرکت قلب کی حرکت کے تابع ہے۔ اسلئے نبض کی حرکت "حرکت قسریہ" کے قبیلے سے ہوئی +

لیکن قلب کی حرکت، اور اس کا انقباض وانبساط، تو یہ قلب کی ذاتی قوت سے وابستہ ہے، جس کو اطباء "قوت حیوانیہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں اگرچہ اس کی یہ قوت محرکہ دیگر امور سے متاثر بھی ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ قلب اعصاب منفعل حساسہ سے خالی نہیں ہے۔ ان اعصاب کے ذریعہ قلب دیگر

اعضاء کے تأثرات سے برابر متأثر ہوا کرتا ہے، مثلاً جب آنکھوں کے سامنے کوئی ڈراونی صورت آجاتی ہے، تو دماغ اور اعصاب کے توسط سے قلب متأثر ہوتا ہے، اور اس سے قلب کی حرکت میں ایک خاص تغیر آجاتا ہے۔ یہی حال دیگر انفعالات نفسانیہ کا ہے۔ اسی طرح آلات ہاضمہ کے امراض واعراض سے اور دوسرے اعضاء کے درد دکھ سے بھی قلب کم و بیش متأثر ہوا کرتا ہے۔ اور چونکہ نبض کی حرکت قلب کی حرکت کے تابع ہوتی ہے، اس لئے ان تمام صورتوں میں قلب کے تأثرات کے تناسب سے نبض کی چال طبعی رفتار سے بدل جایا کرتی ہے +

چونکہ قلب کی یہ حرکت نہ ارادی ہے، اور نہ تنفس کی طرح طبعی ارادی، کہ ارادہ سے قلب کی حرکت میں کوئی تغیر پیدا کیا جاسکے، اس لئے ظاہر ہے کہ نبض کی حرکت بھی نہ ارادی ہے، اور نہ طبعی ارادی +

لیکن اس مقام پر اس قدر اور جاننے کی ضرورت ہے کہ شریانوں کی اس قسری اور جبری حرکت کے علاوہ، ایک اور ذاتی قوت بھی پائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے شریانیں اس امر پر قادر رہتی ہیں کہ حسب ضرورت وہ اپنے قطر کو کم و بیش کرسکیں۔ چنانچہ چوٹ، ورم، اور درد کے مقامات پر شریانیں بمقابلہ دیگر مقامات کے، اور بمقابلہ سابقہ کیفیت کے، زیادہ پھیل جایا کرتی ہیں، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہاں اس حالت میں خون اور روح زیادہ مقدار[1] میں پہونچتی ہے، اور وہاں اجتماع خون کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، علی ہذا القیاس اس کے مقابل دوسرے حالات میں شریانیں بہت زیادہ

---

[1] اس صورت کو متقدمین نے اس طرح بیان کیا ہے کہ طبیعت اس حالت میں تدبیر و اصلاح کی غرض سے خون اور روح روانہ کرتی ہے +

سکڑ جایا بھی کرتی ہیں، جس سے متعلقہ اعضاء میں خون اور روح کی سیرابی کم ہو جاتی ہے، اور اس کے اثرات و نتائج ظاہر ہو جاتے ہیں +

شریانوں کی یہ ذاتی حرکت گاہے سارے بدن میں عام ہوتی ہے، مثلاً کسی وجہ سے بیک وقت سارے بدن کی شریانیں پہلے سے زیادہ پھیل جاتی، یا سکڑ جاتی ہیں، اور گاہے خاص خاص اعضاء میں مقامی طور پر، مثلاً کسی خاص حصۂ بدن کی شریانیں وہاں کے درد، ورم، چوٹ وغیرہ کے باعث پھیل جائیں؛ یا مثلاً ٹھنڈک کی وجہ سے سکڑ جائیں +

ترکیب حرکات سے کیا مراد ہے؟ شیخ نے لکھا ہے کہ "نبض کی حرکت انقباض اور انبساط سے مرکب ہوتی ہے" اس ترکیب سے یہ مُراد ہے کہ نبض دونوں حرکتوں کے مجموعہ کا نام ہے، نہ صرف انقباض کو نبض کہا جاتا ہے، اور نہ صرف انبساط کو. اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ انقباض و انبساط دونوں بیک وقت جمع ہوتی ہیں، اور ان دونوں کی تالیف و ترکیب سے کوئی تیسری صورت پیدا ہو جاتی ہے. کیونکہ یہ تو ناممکن ہے کہ یہ دونوں متضاد حرکتیں ایک وقت میں جمع ہوں. چہ جائیکہ ان کی ترکیب سے کوئی تیسری صورت پیدا ہو. یہ دونوں حرکتیں جب ظاہر ہونگی، تو یقیناً آگے پیچھے ہی آئیں گی؛ نہ کہ ساتھ اور تالیفی صورت میں +

تالیف نبضہ نبض کا ہر ایک نبضہ (نبض کی ہر ایک ٹھوکر) دو حرکت اور دو سکون سے مرکب ہوا کرتا ہے؛ کیونکہ ہر ایک ٹھوکر انبساط اور ایک انقباض سے مرکب ہوا کرتی ہے (ہر ایک ٹھوکر میں ایک انبساط اور ایک انقباض کا ہونا ضروری ہے) پھر ہر دو متضاد حرکات کے درمیان ایک سکون کا ہونا ضروری ہے. کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ کوئی حرکت اپنی سافت کو ختم کر کے اپنی انتہا کو پہونچ جائے، اور بالفعل اُس کا

کنارہ یا سرا حاصل ہو جائے، اور اس کے بعد اس کے ساتھ کوئی دوسری حرکت (بیچ میں سکون کے حائل ہوئے بغیر) متصل ہو جائے، اس کے دلائل علم طبعی میں بیان کئے گئے ہیں + (شیخ)

وہ دلیل یہ ہے کہ کوئی حرکت اپنی انتہا کو کسی ایک "آن" میں پہونچتی ہے، اب جو دوسری حرکت شروع ہوگی، تو یقیناً دوسری "آن" میں شروع ہوگی۔ اور ہر دو آن کے درمیان زمانہ کا حائل ہونا ضروری ہے، جس میں سکون ہوگا۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ دو آن اس طرح اکٹھے ہو جائیں کہ بیچ میں زمانہ حائل نہ ہو۔ آن اصل میں زمانہ کے سرے اور کنارے کا نام ہے۔ اس لئے ہر دو متضاد حرکات کے درمیان ایک سکون کا ہونا ضروری ہے، خواہ یہ سکون کتنا ہی مختصر اور چھوٹا ہو +

جب یہ صورت ہے تو ہر نبضہ میں دوسرے نبضہ کے آنے تک چار اجزاء کا ہونا ضروری ہے:-

دو حرکت اور دو سکون (جنکی تفصیل یہ ہے)۔

(۱) حرکت انبساط (۲) اس انبساط اور (آنے والے) انقباض کے درمیان سکون (۳) حرکت انقباض (۴) اس انقباض اور (آنیوالے) انبساط کے درمیان سکون۔ (شیخ)

انبساط کے بعد والے سکون کو "سکون خارجی" یا "سکون محیطی" کہا جاتا ہے، اور انقباض کے بعد والے سکون کو "سکون داخلی" یا "سکون مرکزی" +

حرکت انقباضی

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ نبض دو حرکتوں — انبساط اور انقباض — سے مرکب ہے، لیکن اکثر اطباء کا مذہب ہے کہ انقباضی حرکت قطعاً محسوس نہیں ہوا کرتی ہے، لیکن بعض اطباء کا خیال ہے کہ گا ہے

انقباضی حرکت محسوس ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ نبض قوی میں تو اس حرکت کا احساس قوت کی وجہ سے ہوا کرتا ہے، نبض عظیم میں بلندی کی وجہ سے، اور نبض صُلب میں اس وجہ سے کہ وہ (سختی کی حالت میں) شدت کے ساتھ مقابلہ کرتی ہے (اور نبض انگلیوں کے نیچے آسانی سے نہیں دبتی ہے)، اور نبض بطی میں اس وجہ سے کہ (اس صورت میں) حرکت کی مُدت لمبی ہوتی ہے +

جالینوس کا قول ہے کہ "میں ایک عرصہ تک نبض کی انقباضی حرکت سے غافل رہا (اور اس غفلت کی وجہ وہی بات تھی جو اساتذہ سے بطور دلیل کے منتقل ہوتی چلی آرہی تھی)؛ پھر میں اس کی ٹوہ اور ٹٹول میں برابر لگا رہا، حتی کہ مجھے کچھ تھوڑا سا اس کا علم ہوا، (یعنی نبض کی انقباضی حرکت کا کچھ تھوڑا سا پتہ چلا) پھر کچھ عرصہ کے بعد انقباضی حرکت کے متعلق میرے معلومات مستحکم ہوگئے (اور پورے طور پر مجھے اس کا پتہ چل گیا)؛ پھر مجھ پر نبض کے بہت سے دروازے کھل گئے (اور اس بارہ میں مجھے ایک روشنی اور بصیرت حاصل ہوگئی) جو شخص میری جیسی پابندی کریگا (یا جو شخص میرے برابر ٹوہ اور ٹٹول میں لگا رہیگا) تو جو کچھ مجھے علم حاصل ہوا ہے، اُسے بھی معلوم ہو جائیگا" (شیخ) +

رازی نے جالینوس کے مذکورہ قول کی تفسیر میں لکھا ہے کہ وہ پابندیاں یہ ہیں کہ پوروں کو حرکت کے کاموں میں کم استعمال کیا جائے، تاکہ ان میں رگڑ اور حرکت سے سختی نہ آجائے یا تیل اور گرم پانی بکثرت استعمال کیا جائے، تاکہ یہ نرم رہیں، اور انکی حس تیز ہوجائے +

شیخ فرماتے ہیں کہ "خواہ بات وہی ہو، جیسا کہ بعض لوگ قائل ہیں (کہ حرکت انقباضی محسوس ہو سکتی ہے)، تاہم اکثر حالات میں انقباض کا پتہ نہیں چلا کرتا ہے"

نبض کے لئے کلائی کی شریان کیوں اختیار کی گئی ہے؟

شیخ کا قول ہے کہ "نبض دیکھنے کے لئے کلائی کی شریان (شریان زندی اعلی۔ شریان النبض)

(مندرجہ ذیل) تین وجوہ سے اختیار کی گئی ہے"۔
(۱) اس شریان تک رسائی آسان ہے (ہاتھ کو آسانی سے باہر لاسکتے ہیں، اور طبیب کو شریان کے تلاش کرنے میں تکلیف نہیں کرنی پڑتی)+
(۲) مریض کو اس کے کھولنے اور دکھانے میں کم عذر ہو سکتا ہے، حتی کہ عورتیں بھی اس کے کھولنے اور دکھانے میں انکار نہیں کرتیں، لیکن اس کے برخلاف دوسری شریانوں میں سے اکثر کپڑوں کے نیچے اور گوشت میں چھپی ہوئی ہیں؛ اور اگرچہ بعض شریانیں نہ تو کپڑوں کے نیچے اور نہ گوشت میں چھپی ہوئی ہیں۔ مثلاً کنپٹیوں اور گردن کی شریانیں، لیکن چونکہ نامحرم عورتیں ان کے دکھانے میں شرم کرتی ہیں، اس لئے ان کو اختیار نہیں کیا گیا ہے۔ اسی طرح اگرچہ پاؤں کی شریان بھی جو گٹے کے پاس اندر کی طرف محسوس ہوا کرتی ہے، نہ کپڑوں سے پوشیدہ ہوتی ہے، اور نہ گوشت سے چھپی ہوتی ہے، اور اس کے دکھانے میں زنان نامحرم کو بھی حجاب نہیں ہو سکتا، لیکن چونکہ طبیب کو پاؤں کی شریان دکھانا بے ادبی سی ہے، لہذا اس کا اختیار کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا گیا) +
(۳) شریان النبض کی وضع قلب کی سیدھ میں واقع ہے، اور یہ (بمقابلہ دوسری بہت سی شریانوں کے) قلب سے قریب ہے+
نبض کے لئے کلائی کی شریان کو اختیار کرنے کے متعلق شیخ کی بیان کردہ تین وجوہ کے علاوہ دوسرے طبیبوں نے اور بھی تین وجوہ بیان[2] کئے ہیں، جو ذیل میں درج ہیں؛ اس طرح کلائی کی شریان پر نبض دیکھنے کے لئے کل چھ وجوہ ہو جاتے ہیں:۔
(۱) کلائی کی شریان ایک معین مقدار میں ــــ یعنی تقریباً چار انگل ــــ پہونچے سے لیکر کلائی کے بالائی حصے تک گوشت سے پوشیدہ نہیں ہے؛ لیکن اس کے برخلاف دوسری شریانوں میں کوئی نہ کوئی خرابی اور مانع موجود ہے، یعنی کہیں تو یہ گوشت سے پوشیدہ ہیں، اور کہیں کوئی دوسری وجہ موجود ہے +

[2] وگلہ ماخوذ از نیر اعظم +

(۲) شریان مذکور بخارات اور دخانات سے خالی ہوتی ہے، لیکن اس کے برخلاف دوسری شریانیں مثلاً کنپٹی کی شریانیں اور گردن کی شریانیں، یہ اکثر بخارات اور دخانات سے بھری ہوئی ہوتی ہیں +

لیکن ہمارے نزدیک شریان مذکور کو اختیار کرنے کی یہ وجہ بہت ہی قابل غور ہے، کیونکہ تمام شرائین کا منبع ایک ہی عضو (قلب) ہے۔ اور اس کا ثابت کرنا آسان نہیں ہے کہ کلائی کی شریانات میں دخانات اور بخارات نہیں ہوتے ہیں، اور سر اور گردن کی شریانوں میں یہ بھرے ہوتے ہیں +

(۳) شریان مذکور کافی کشادہ شریان ہے! اسی وجہ سے اس میں خون شریانی اور روح حیوانی کافی ہوتی ہے، اور اسی سبب سے اس کے ذریعہ قلب کا حال بہت اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے +

نبض دیکھنے کے شرائط

(۱) مناسب یہ ہے کہ نبض دیکھتے وقت مریض کا ہاتھ پہلو پر ہو یعنی مریض کا ہاتھ نہ چت ہو، اور نہ پٹ، بلکہ پہلو پر ہو: یعنی کھڑا ہو، اوپر کی طرف انگوٹھا ہو، اور نیچے کی طرف کن انگلی)! اس لئے کہ اس حالت میں اگر ہاتھ پٹ ہو، تو اس سے نبض کی چوڑائی اور بلندی (عرض واشراف) بڑھ جاتی ہے، اور لمبائی گھٹ جاتی ہے! علی الخصوص لاغروں میں۔ اور اگر ہاتھ چت ہو، تو بلندی اور لمبائی بڑھ جاتی ہے، اور چوڑائی کم ہو جاتی ہے۔ (شیخ) +

ہاتھ کے چت اور پٹ ہونے سے ان اختلافات کا وقوع پذیر ہونا بہت ہی بعید از قیاس ہے (کبیر الدین)

(۲) یہ بھی ضروری ہے کہ نبض ایسے وقت دیکھی جائے صاحب نبض (مریض) غصہ، خوشی، ریاضت، اور تمام انفعالات نفسانیہ سے خالی ہو، اس کا شکم نہ اتنا پر ہو کہ بوجھل ہو رہا ہو، اور نہ بھوک کی حالت ہو، اگر وہ اس سے

ناتواں ہو رہا ہو)، نیز وہ اپنی کسی عادت کو نہ چھوڑے ہوئے ہو، اور نہ اسنے کوئی نئی عادت پیدا کرلی ہو۔ (کیونکہ ان تمام امور سے خلاف مقتضائے مزاج نبض میں اختلاف عظیم پیدا ہو جائیگا)۔ (شیخ) +

(۳) یہ امر بھی ضروری ہے کہ نبض دیکھتے وقت اس کا مقابلہ اور امتحان بہترین اور معتدل شخص کی نبض سے کیا جائے، تاکہ نبض معتدل اور غیر معتدل کا باہمی اندازہ قائم کیا جاسکے (یعنی نبض معتدل کو پیمانہ اور معیار قرار دیا جائے اور اس کو ذہن میں رکھکر دوسری نبض کو اس پیمانے پر جانچا جائے، اور اسی کے مطابق احکام جاری کئے جائیں)۔ (شیخ) +

دوسرے اطباء نے شرائط مذکورہ کے علاوہ اور شرائط بھی بڑھائے ہیں، مثلاً

(۱) مریض کے دائیں ہاتھ کی نبض دائیں ہاتھ سے دیکھی جائے، اور بائیں کی بائیں ہاتھ سے، اس طور پر کہ جب چاروں انگلیاں نبض پر رکھی جائیں، تو خنصر انگوٹھے کی طرف (قبضہ کی طرف) رہے، اور سبابہ اوپر کی طرف (کلائی کیطرف) جہاں شریاں پر گوشت شروع ہو جاتا ہے +

(۲) دائیں ہاتھ سے دائیں نبض کو ذرا دیر تک دیکھا جائے، اس لئے کہ دائیں ہاتھ کی حس نسبتہً ذکی اور تیز ہے +

(۳) طبیب نبض دیکھتے وقت اپنے دوسرے خالی ہاتھ کو سہارے کے لئے مریض کے اس ہاتھ کے نیچے رکھدے، جس کی نبض دیکھی جارہی ہے؛ تاکہ مریض ہاتھ کو اٹھانے سے تھک نہ جائے۔ اس کا خیال خاص طور پر کمزور اور ناتواں مریضوں میں زیادہ کیا جائے +

(۴) طبیب چاروں انگلیاں (خنصر، بنصر، وسطی، سبابہ) مریض کی نبض پر رکھکر باطمینان نبض کی ساری قسموں کو سوچے، (جلدی نہ کرے) اور سب کو اپنے ذہن میں لالاکر ہر ایک قسم پر غور کرے +

(۵) طبیب نبض دیکھتے وقت ایسے تمام عوارض بدنی و نفسانی سے خالی ہو، جو اس کی توجہ کو کم کرنے والے، اور دوسری طرف پھیرنے والے

ہوں، مثلاً غصہ، خوشی، بھوک، پیاس، تکلیف دِہ سیری شکم یعنی پیٹ کو غذا سے اس قدر بھر لینا کہ طبیعت کے لئے گراں ہو جائے، (اسی لئے کہتے ہیں کہ نباض کو معتدل المزاج، سلیم الذہن، اور صحیح الطبع ہونا چاہیئے، تاکہ اس کا قیاس اعتماد کے قابل ہو) +

(۶) طبیب کی انگلیاں کھردرے کاموں کی وجہ سے کھردری نہوں، بلکہ ان کا بشرہ ملائم اور نازک ہو۔ (تاکہ وہ ذکی الحس رہیں، اور بخوبی احساس کر سکیں) +

(۷) طبیب کے ذہن میں وہ تمام باتیں موجود ہوں، جن سے نبض میں تغیرات پیدا ہو سکتے ہیں، مثلاً اختلافِ ممالک، مختلف ہوائیں وغیرہ تاکہ وہ سمجھ سکے کہ یہ تغیرات کہاں تک نفس مزاج کی وجہ سے ہیں، اور کہاں تک دیگر امور کی وجہ سے +

(۸) نبض قوی کو زور سے دبا کر دیکھا جائے (تاکہ ان کا زور معلوم ہو سکے کہ کسقدر دبانے پر نا معلوم ہو جاتی ہے) اور نبض ضعیف کو ہلکے سے کیونکہ نبض ضعیف کو زور سے دبانے میں شریان کی حرکت کے باطل ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے) +

(۹) نبض دکھاتے وقت مریض اپنے ہاتھ سے کوئی کام بھی نہ کر رہا ہو، نہ کسی چیز کو اس سے اُٹھائے ہوئے ہو، اور نہ اس ہاتھ سے کسی چیز پر سہارہ لگائے ہوئے ہو۔ (ان کے علاوہ ہاتھ اور بازو بندھے ہوئے بھی نہ ہوں، اگر کلائی پر گھڑی بندھی ہوئی ہو، یا بازو پر بازوبند یا کوئی تنگ زیور یا کپڑا ہو تو اس کو کھولدینا یا ڈھیلا کر دینا چاہیئے، اسی طرح نبض دکھاتے وقت کمر کا مضبوط بندھا ہوا ہونا بھی مناسب نہیں ہے، علی ہذا مریض اپنے دوسرے ہاتھ سے بھی کوئی کام نہ کر رہا ہو، اور نہ اس سے زمین پر سہارا لگائے ہوئے ہو) +

(۱۰) طبیب مریض کے پاس جاتے ہی، یا طبیب کے پاس مریض کے آتے ہی، نبض دیکھنی شروع نہ کر دے، بلکہ پہلے اس سے دیر تک حالات

مرض کے متعلق سوالات کرے، اور باتوں میں لگا کر اسے مانوس کر دے، کیونکہ طبیب جب مریض کے پاس پہونچتا ہے، تو اس میں ایک قسم کی ہیجانی کیفیت ہوتی ہے؛ اسی طرح مریض کے حالات وخیالات گاہے طبیب کے رعب وداب سے متغیر ہو جاتے ہیں. (علیٰ ہذا گاہے طبیب کے پہونچنے سے مریض کو نہایت فرحت وانبساط حاصل ہوتا ہے، اور گاہے شرم اور خوف پیدا ہو جاتے ہیں. پس اگر ان حالات میں بغیر توقف کئے اور مریض سے مہربانی اور ملاطفت سے گفتگو کئے بغیر نبض دیکھی جائیگی، تو اس کے باطنی حالات میں تبدیلی پیدا ہونے کی وجہ سے قلب کے حرکات میں اختلاف واقع ہو جائیگا) +

(۱۱) مختلف حالات کے مطابق طبیب اپنے ہاتھ کو مریض کی نبض پر رکھے، جس کا اندازہ بعض اطبا نے تیس نبضہ بتایا ہے، اور بعض اطبا نے بارہ نبضہ، لیکن صحیح یہ ہے کہ تیس یا بارہ کی تعیین نہیں کی جا سکتی، اور نہ اس پر کوئی دلیل قائم کی جا سکتی ہے. (کیونکہ اگر نبض دکھانے والا مریض ہو، اور اس کے مرض میں مختلف نبضات کی توقع ہو، تو اس کی نبض اتنی دیر تک دیکھنی چاہئے کہ اختلاف کا حال بخوبی معلوم ہو جائے؛ ورنہ نبض کو زیادہ دیر تک دیکھنا نہ چاہئے. تاکہ عرصہ تک نبض دیکھنے کی وجہ سے مریض نہ اکتا جائے. اور اگر نبض دکھانے والا بظاہر تندرست ہو، اور اس کی نبض میں مختلف نبضات کے واقع ہونے کا احتمال ہو، تو اختلاف نبضات پر وقوف حاصل کرنے کے لئے دیر تک نبض دیکھنی چاہئے، ورنہ اس سے کم زمانہ پر ہی اکتفا کرنی چاہئے) +

(۱۲) ملاحظۂ نبض کے وقت نبض دیکھنے والا اور دکھانے والا دونوں آرام سے بیٹھے ہوئے ہوں؛ چنانچہ اگر نبض دکھانے والا مربع حالت میں (چار زانو یعنی پالتھی مار کر) بدن کو سیدھا کئے ہوئے نبض دیکھنے والے کے مقابل بیٹھے، تو یہ بھی ایک اچھی وضع ہے. نیز اس حالت میں دونوں خاموش ہوں، اور کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہوں، ایک دوسرے کو دیکھتے بھی نہ رہیں، بلکہ آنکھیں نیچی رکھیں. ہاں نباض کبھی کبھی نظر اٹھا کر مریض کی صورت

ف‌ل اس سے اس وہم باطل کی پوری تغلیط ہو رہی ہے، کہ تشخیص مرض کے لئے نبض کے سوا دوسرے سوالات کرنا ملامت

اور آنکھوں کو دیکھتا رہے، اور کمال فہم و فراست سے نبض کے احوال اور قیافہ پر غور کرتا رہے. نیز جس مکان میں نبض دیکھی جائے، اس مکان میں شور و غوغا نہ ہونا چاہئے، اور نہ اس میں کوئی قوی صدمہ اور کسی قسم کا دھماکا پہونچنا چاہئے، جس سے طبیعت یک لخت پریشان ہو جائے، کیونکہ نبض کا ادراک اور اس کے حالات اور نکات اسی وقت معلوم ہو سکتے ہیں، جبکہ طبیعت کو پورا اطمینان اور حواس کو پورا سکون حاصل ہو + ماخوذ از نیر اعظم

نبض کی بحث | بقول شیخ نبض کی بحث دو قسم کی ہے :-

(۱) بحث کلی (بحث عام) جس میں نبض کے عام اور کلی احکام کا تذکرہ کیا جاتا ہے، نہ کہ ہر ہر مرض کی نبض کا"

(۲) "بحث جزئی (بحث خاص) جس میں ہر ایک مرض کے لحاظ سے نبض کو بیان کیا جاتا ہے" (یعنی ہر ایک مرض میں جیسی نبض چلتی ہے اس کو بتایا جاتا ہے) +

اس مختصر میں ہم پہلے نبض کے قوانین کلیہ (کلی احکام) کو بیان کرینگے اور اس کے بعد احکام جزئیہ کو (یعنی ہر ایک مرض میں جیسی نبض چلتی ہے، اسکو بتائیں گے +

اجناس ادلۂ نبض اور انکے اسباب

ادلۂ نبض سے وہ چیزیں مراد ہیں، جن کے ذریعہ نبض بدن کے حالات پر دلالت کرتی ہے +

شیخ فرماتے ہیں "وہ جنسیں جن سے نبض کے حالات کا پتہ چلتا ہے جیسا کہ اطباء نے مقرر کیا ہے، دس ہیں ؛ اگرچہ ضروری یہ تھا کہ اطباء ان جنسوں کو نو ہی شمار کرتے" (کیونکہ ان دس اجناس میں سے ایک جنس انتظام اور عدم انتظام ہے، جو حقیقت میں جنس استواء اور اختلاف کے تحت میں داخل ہے ؛ کیونکہ نبض مختلف کی دو قسمیں ہیں : اسکا اختلاف

ایک مقررہ انتظام کے ساتھ ہوگا، یا نہ ہوگا؛ لیکن چونکہ نبض منتظم اور غیر منتظم کی قسمیں بہت سی تھیں، اس لئے اس کو ایک مستقل جنس قرار دیا گیا، اور اس طرح اجناس نبض کو دس شمار کیا گیا):

(۱) وہ جنس، جو انبساط کی مقدار (طول، عرض، اور عمق) سے ماخوذ ہے +

(۲) وہ جنس، جو اس لحاظ سے ماخوذ ہے کہ انگلیوں میں حرکتِ نبض کی ٹھوکر کس طرح پڑ رہی ہے (جنس کیفیت قرع) +

(۳) وہ جنس، جو حرکت کے زمانہ کے لحاظ سے ماخوذ ہے (زمانِ حرکت) +

(۴) وہ جنس، جو قوام آلہ (شریان کی سختی ونرمی) سے ماخوذ ہے +

(۵) وہ جنس، جو نبض (شریان) کی خلاء، اور امتلاء سے ماخوذ ہے +

(۶) وہ جنس، جو نبض (شریان) کی خلاء اور امتلاء سے ماخوذ ہے +

(۷) وہ جنس، جو زمانۂ سکون سے ماخوذ ہے۔

(۸) وہ جنس، جو نبض کے استوار اور اختلاف سے ماخوذ ہے (کہ آیا نبض ہموار ہے، یا اس کی چالیں مختلف ہیں) +

(۹) وہ جنس، جو اس لحاظ سے ماخوذ ہے کہ نبض کا اختلاف کسی (مقررہ) نظام پر قائم ہے، یا نظام کو چھوڑ دیتی ہے +

(۱۰) وہ جنس، جو وزنِ نبض کے لحاظ سے ماخوذ ہے +

اجناس مذکورہ کو ذیل میں بالتفصیل بیان کیا جاتا ہے:۔

(۱) جنسِ مقدارِ انبساط

یہ جنس نبض کی مقدار (مقدار انبساط) سے ماخوذ ہے؛ اس میں نبض کے اقطار ثلاثہ "طول، عرض، اور عمق" کی مقدار سے رہبری حاصل کی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے نبض کے اقسام نو تو بسیط یا مفرد ہیں، اور بہت سے مرکبات ہوتے ہیں +

مقدار کے لحاظ سے نبض کی تو بسیط یا مفرد قسمیں یہ ہیں :-
طویل، قصیر، معتدل (بلحاظ طول وقصر کے) ۔ عریض، ضیق، معتدل (بلحاظ چوڑائی اور تنگی کے) ۔ متخفض، مشرف، معتدل، (بلحاظ بلندی اور پستی کے) +

ان میں سے ہر ایک کی تعریف درج ذیل ہے :-

(۱) نبض طویل وہ نبض ہے، جس کے اجزار بلحاظ طول کے اُس "طبعی مطلق" کی نبض سے زیادہ ہوں، جس کو فرضی طور پر محسوس مان لیا جائے ! یعنی اس کا طول مزاج معتدل حقیقی کی (فرضی) نبض سے زیادہ ہو ! یا اس کے اجزار کی درازی اُس طبعی نبض سے زیادہ ہو، جو اس شخص کے لئے مخصوص ہے : یعنی اس شخص کی مخصوص معتدل نبض سے اس کا طول زیادہ ہو +

(۲) نبض قصیر (چھوٹی نبض) نبض طویل کی ضد کا نام ہے اور ان دونوں کے درمیان (نبض طویل اور قصیر کے درمیان) (۳) نبض معتدل ہے (جو بلحاظ درازی و کوتاہی کے اوسط درجے پر ہوتی ہے) دیشخ

طویل وقصیر اور نیز دوسری تمام نبضوں کے اسباب آئندہ صفحات میں بالتفصیل بیان کئے گئے ہیں

(۴) نبض عریض وہ کہلاتی ہے، جو انگلیوں کے عرض میں معتدل سے زیادہ محسوس ہوتی ہے، یعنی طبعی حالت سے زیادہ چوڑی ہوتی ہے +

(۵) نبض ضیق عریض کی ضد ہوتی ہے، یعنی یہ طبعی حالت سے زیادہ تنگ ہوتی ہے +

(۶) نبض معتدل وہ ہے، جو ان دونوں (عریض اور ضیق) کے درمیان ہو +

(۷) نبض مُشرِف (شاہق یعنی بلند) وہ نبض ہے، جس کے

اجزاء معتدل سے زیادہ بلندی میں محسوس ہوتے ہیں، یعنی طبعی حالت سے زیادہ بلند اور اُبھرے ہوئے ہوتے ہیں۔

(۸) **نبض مُنخفِض** (پست) نبض مشرف کی ضد ہوتی ہے۔

(۹) **نبض معتدل** (بلندی اور پستی کے لحاظ سے) مشرف اور منخفض کے درمیان ہوتی ہے، یعنی یہ نہ زیادہ بلند ہوتی ہے اور نہ زیادہ پست۔

واضح ہو کہ طویل، عریض، اور مشرف، میں سے ہر ایک کی تین قسمیں ہیں، اگر ان میں سے ایک ایک کو نو قسموں سے مرکب کیا جائے، تو ۹ × ۳ = ۲۷ قسمیں بنتی ہیں، مثلاً نبض **طویل** یا عریض ہوگی یا ضیق ہوگی، یا معتدل ہوگی، یہ تین قسمیں بنیں، ان میں سے ہر ایک یا تو مُشرف ہوگی، یا مُنخفِض یا معتدل، اس طرح صرف نبض طویل کی نو قسمیں بن گئیں۔ اسی طرح قصیر اور معتدل کی بھی نو نو قسمیں بنینگی، لہذا نو کو تین میں ضرب دینے سے ستائیس قسمیں بن جائینگی، مندرجہ ذیل جدول سے یہ قسمیں بخوبی ذہن نشین ہو سکتی ہیں:-

جدول اقسام نبض مرکب (۲۷) بلحاظ امقدار

طویل عریض مشرف	طویل عریض منخفض	طویل عریض معتدل	طویل ضیق مشرف	طویل ضیق منخفض	طویل ضیق معتدل	طویل معتدل مشرف	طویل معتدل منخفض	طویل معتدل معتدل
قصیر عریض مشرف	قصیر عریض منخفض	قصیر عریض معتدل	قصیر ضیق مشرف	قصیر ضیق منخفض	قصیر ضیق معتدل	قصیر معتدل مشرف	قصیر معتدل منخفض	قصیر معتدل معتدل
معتدل عریض مشرف	معتدل عریض منخفض	معتدل عریض معتدل	معتدل ضیق مشرف	معتدل ضیق منخفض	معتدل ضیق معتدل	معتدل معتدل مشرف	معتدل معتدل منخفض	معتدل معتدل معتدل

مذکورہ بالا ۲/۷ قسموں میں سے صرف چھ قسموں کے مخصوص نام ہیں اور باقی کے نام مقرر نہیں ہیں +

(۱) **نبض عظیم** نبض طویل، عریض، اور مشرف کو نبض عظیم کہتے ہیں۔ یہ نبض تینوں مقدار طول، عرض، اور بلندی یا عمق میں (مذکورہ بالا مقررہ پیمانے سے) زیادہ ہوتی ہے +

(۲) **نبض صغیر** نبض عظیم کے مقابلے میں نبض قصیر، ضیق، اور منخفض کو نبض صغیر کہتے ہیں، یہ نبض تینوں اقطار (طول، عرض، اور عمق میں مقررہ پیمانے سے) میں کم ہوتی ہے +

(۳) **نبض معتدل** جو دونوں نبضوں (عظیم اور صغیر) کے درمیان ہوتی ہے +

(۴) **نبض غلیظ** جو نبض عرض اور شہوق یعنی بلندی میں (مقررہ معیار سے) زیادہ ہوتی ہے، اُسے غلیظ کہا جاتا ہے، اور جو ان دونوں قطروں میں (مقررہ معیار سے) کم ہوتی ہے، اُسے (۵) دقیق کہا جاتا ہے، اور جو ان دونوں نبضوں کے درمیان ہوتی ہے، اُسے (۶) معتدل کہتے ہیں۔ شیخ +

(۲) جنس کیفیت قرع[1]

یہ وہ جنس ہے جو اس لحاظ سے ماخوذ ہے کہ انگلیوں میں شریان کی ٹھوکر کس طرح لگ رہی ہے، اس جنس کے لحاظ سے نبض کی تین قسمیں ہیں: قوی، ضعیف اور معتدل۔ چنانچہ۔

نبض قوی وہ ہے، جو انبساط کے وقت نباض کی انگلیوں سے اچھی طرح مقابلہ کرتی ہے، (زور سے ٹھوکر لگاتی ہے، اور دبانے سے دب کر غائب نہیں ہو جاتی ہے) +

نبض ضعیف نبض قوی کی ضد ہوتی ہے، (یہ انگلیوں کو زور سے

---

[1] قرع = ٹھوکر لگانا +

ٹھوکر نہیں لگاتی، ذرا سا دبانے سے بالکل دب جاتی ہے، انگلیوں کے پوروں کو اپنے سے دفع نہیں کر سکتی، خواہ نبض عظیم ہی کیوں نہ ہو +

نبض معتدل (قوت اور ضعف کے لحاظ سے) وہ ہے، جو نبض قوی اور ضعیف کے درمیان ہوتی ہے۔ (شیخ)

یہ نبض معتدل (قوت اور ضعف کے لحاظ سے) بہتر نہیں ہوتی، بلکہ اس جنس میں نبض قوی بہتر ہوتی ہے، کیونکہ قوت جس قدر بھی زیادہ ہو، اسی قدر بہتر ہوتی ہے، اس کے برخلاف دوسری جنسوں کی معتدل نبضیں بہتر ہوتی ہیں +

(۳) زمانہ حرکت

وہ جنس جو حرکت کے پورے زمانے کے لحاظ سے ماخوذ ہے، اس جنس کے لحاظ سے نبض کی تین قسمیں ہیں:۔ سریع، بطی، اور معتدل، چنانچہ

نبض سریع وہ نبض ہے، جو (مقررہ معیار کے مقابلہ میں) تھوڑی مدت میں اپنی حرکت ختم کر لیتی ہے +

نبض بطی نبض سریع کی ضد اور اس کی مقابل ہے۔ اور ان دونوں نبضوں کے درمیان — نبض معتدل ہے۔ (شیخ)

(۴) قوام آلہ (شریان کا قوام)

وہ جنس جو قوام آلہ (شریان کی سختی اور نرمی) کے لحاظ سے ماخوذ ہے، اس جنس کی نبضیں تین ہیں:۔ لیّن، صُلب، اور معتدل، چنانچہ۔

نبض لیّن (نرم نبض) وہ ہے، جو دبانے سے بہ آسانی دب کر اندر کی طرف چلی جائے، (یعنی انگلیوں سے بہ آسانی دب جائے) +

نبض صلب نرم نبض کی ضد اور اس کی مقابل ہے +

نبض معتدل نبض لیّن اور صلب کے درمیان ہوتی ہے + (شیخ)

(۵) جنس خلاء و امتلاء

وہ جنس جو اس لحاظ سے ماخوذ ہے کہ شریان کے احتوار (امتلاء) کی کیا حالت ہے (یعنی خلاء اور امتلاء کے لحاظ سے شریان کی کیا حالت ہے) اس جنس کی تین نبضیں ہیں:- نبض ممتلی، خالی، اور معتدل، چنانچہ۔

نبض ممتلی (بھری ہوئی نبض) وہ نبض ہے، جس میں اس طرح محسوس ہوتا ہے، گویا نبض کے اندر (شریان کے جوف میں) کافی رطوبت بھری ہوئی ہے، نہ یہ کہ وہ اندر سے قطعاً خالی ہے +

نبض خالی "نبض ممتلی" کی ضد اور اس کی مقابل ہے۔ (جس میں اس طرح محسوس ہوتا ہے، گویا رطوبت سے نبض بالکل خالی ہے) + شیخ

جاننا چاہیے کہ نبض کے خالی ہونے سے یہ مراد نہیں ہے کہ شریان بالکل ہی خالی ہوتی ہے، اور اس کے اندر مطلق خون نہیں ہوتا، ایسا ہرگز نہیں، کیونکہ بحالت زندگی شریان کا خون سے خالی ہونا ناممکن ہے، بلکہ نبض کے خالی ہونے سے یہ مراد ہے کہ جو کچھ شریان کے اندر ہے وہ حالت اعتدال سے بہت کم ہے۔

(ماخوذ از نیر اعظم) +

نبض معتدل (نبض کے ممتلی اور خالی ہونے کے لحاظ سے) نبض ممتلی اور خالی کے درمیان ہوتی ہے۔ شیخ +

(۶) ملمس نبض

جنس ملمس کے لحاظ سے (یعنی اس لحاظ سے کہ جب نبض پر انگلیاں رکھی جاتی ہیں، تو وہ انگلیوں کو گرم معلوم ہوتی ہے، یا سرد) نبض کی تین قسمیں ہیں:- حار (گرم)، بارد (سرد)، اور معتدل۔ (شیخ) +

نبض کے حار یا بارد ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اگر نبض کا مقام بدن کے دوسرے مقام سے زیادہ گرم محسوس ہو تو وہ نبض حار

کہلائیگی، اور اگر نبض کم گرم محسوس ہو تو اس کو نبض بارد کہیں گے +

(۷) جنس زمانہ سکون

وہ جنس جو زمانہ سکون کے لحاظ سے ماخوذ ہے، (اس جگہ سکون سے وہ سکون مجازی مراد ہے، جو دو حرکتوں کے درمیان نبض کے ٹھہراؤ کے وقت معلوم ہوتا ہے) +

اس جنس کی نبضیں بھی تین قسم کی ہوتی ہیں: متواتر، متفاوت، اور معتدل، چنانچہ۔

نبض متواتر (پے در پے چلنے والی نبض) وہ نبض ہے جس میں دو قرعات (دو ٹھوکروں) کے درمیان کا زمانہ تھوڑا محسوس ہو، نبض متواتر کو متدارک اور متکاثف بھی کہا جاتا ہے۔ اور

نبض متفاوت وہ نبض ہے، جو متواتر کی ضد اور مقابل ہو (یعنی جس میں دو ٹھوکروں کے درمیان کا زمانہ لمبا محسوس ہو) +

نبض متفاوت کو متراخی اور متخلخل بھی کہتے ہیں +

ان دونوں (متواتر اور متفاوت) کے درمیان نبض معتدل کہلاتی ہے +

نبض سریع اور نبض متواتر میں یہ فرق ہے،

کہ نبض متواتر تو زمانہ سکون سے ماخوذ ہے، اور اس میں دو ٹھوکروں کے درمیانی زمانہ کی کمی کو دیکھا جاتا ہے، اور نبض سریع زمانہ حرکت سے ماخوذ ہے، اس میں قرع (ٹھوکر) کے زمانہ کا کم ہونا مقصود ہے، اور یہی وجہ ہے کہ متواتر دو حرکت سے دریافت ہوتی ہے، اور سریع ایک حرکت سے معلوم ہو جاتی ہے +

(۸) جنس استواء و اختلاف

وہ جنس، جو استوار اور اختلاف نبض سے ماخوذ ہے، اس جنس کی نبضیں دو ہیں:- (۱) مستوی اور (۲) مختلف غیر مستوی۔

اس استوار اور اختلاف کا اعتبار مندرجہ ذیل تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں کیا جاتا ہے:-

(۱) مختلف نبضات، (۲) ایک ہی نبضہ کے مختلف اجزار مندرجہ ذیل پانچ امور میں باہم متشابہ یا متخالف ہوں، (۳) یا نبضہ کے کسی ایک ہی جزو کے اندر ان امور (امور خمسہ) میں تشابہ یا تخالف ہو، حتی کہ مثلاً ایک ہی نبض میں انبساط کا آخری حصہ (بمقابلہ ابتدائی حصے کے) شدت حاجت کی وجہ سے (یا شدت حرارت کی وجہ سے) سریع ہو جائے، اور ضعف قوت کی وجہ سے ضعیف۔ وہ پانچ امور (امور خمسہ) یہ ہیں:-

(۱) عِظَم و صِغَر ——— (۲) قوت و ضعف ——— (۳) سُرعت و بطوء ——— (۴) تواتر و تفاوُت ——— (۵) صلابت و لین ——— وغیرہ

نبض دیکھتے وقت مذکورہ بالا پانچوں امور میں تشابہ اور تخالُف کا اعتبار تین طور پر کیا جاتا ہے، اور اس لحاظ سے اس کی تین قسمیں ہیں:-

(۱) استوار اور اختلاف یا تشابہ اور تخالُف کا اعتبار مختلف نبضات کے لحاظ سے کیا جائے، یعنی یہ دیکھا جائے کہ یہ نبضات باہم ان پانچوں امور میں سے کسی ایک میں، یا زیادہ میں، متفق و متحد ہیں یا باہم مختلف، یعنی بعد کی ہر ٹھوکر اسمد مذکورہ میں پہلی ٹھوکر کے مانند ہے یا اس سے مختلف۔ اگر پہلی صورت ہو گی، تو نبض "مستوی" ہے، ورنہ "مختلف"

(۲) استوار اور اختلاف کا اعتبار مندرجہ بالا پانچوں امور میں ایک ہی نبضہ کے مختلف اجزار کے لحاظ سے کیا جائے؛

مثلاً یہ دیکھا جائے کہ تمام انگلیوں کے نیچے نبض کے مختلف اجزاء ایک دوسرے سے باہم متشابہ ہیں یا مختلف۔ چنانچہ اگر پہلی صورت ہوگی تو "نبض مستوی" ہے ورنہ "مختلف"

(۳) استواء اور اختلاف کا اعتبار نبضہ کے کسی ایک ہی جزء کے اندر کیا جائے، مثلاً ایک ہی انگلی کے نیچے نبض کا جو حصہ واقع ہے، وہ امور مذکورہ میں ہموار ہے یا مختلف۔ پہلی صورت میں نبض مستوی ہوگی، اور دوسری صورت میں مختلف۔

اس تیسری صورت کے لحاظ سے نبض مختلف کی مثال شیخ نے اس طرح دی ہے:۔ "حتی کہ (مثلاً) ایک ہی نبض کے انبساط کا آخری حصہ (بمقابلہ ابتدائی حصے کے) سریع اور ضعیف ہو" اس مثال سے ظاہر ہے کہ ایک ہی انگلی کے نیچے نبض کا جو حصہ واقع ہوگا اُسی کے اندر اختلاف کا تصور کیا جاسکیگا۔

اگر چاہو تو تم اس بات کو زیادہ پھیلا سکتے ہو، اور ان تینوں مذکورہ اقسام میں امور خمسہ کے علاوہ باقی دوسری جنسوں (یعنی نبض کی دس جنسوں میں سے باقی دوسری جنسوں، مثلاً جنس امتلاء و خلاء، اور جنس لمس نبض وغیرہ) میں بھی استواء اور اختلاف کا اعتبار و لحاظ کرسکتے ہو (اور ان کا لحاظ کرنا کچھ زیادہ دشوار نہیں ہے۔ ہاں البتہ ان بقیہ میں سے جنس وزن کے استواء اور اختلاف کا دریافت کرنا بے شک دشوار ہے) لیکن اطباء نے (استواء اور اختلاف میں) انہی پانچ امور کا اعتبار اور لحاظ کیا ہے، اور انہی امور پر اس کا دار و مدار رکھا ہے۔ (اس لئے کہ یہ پانچوں امور زیادہ واضح ہیں، اور انہی امور کا نبض دیکھتے وقت لحاظ کرنا آسان ہے) (شیخ)

نبض مستوی کی دو قسمیں ہیں:۔

(۱) مطلقاً اور بلا قید مستوی، جو پانچوں امور میں مستوی ہو۔

(۲) نبض مستوی مقید، جو ان امور میں سے ایک یا دو

تین میں مستوی ہو۔ چنانچہ شیخ کہتے ہیں :۔

"نبض مستوی مطلق" وہ ہے، جو ان سارے امور میں (پانچوں مذکورہ امور میں) مستوی اور ہموار ہو" +

یعنی جب مطلقاً اور بلا قید "نبض مستوی" کہا جاتا ہے، تو اس سے "مستوی کامل" مراد لیا جاتا ہے، بایں معنے کہ وہ پانچوں امور میں مستوی ہو، اور ان امور میں سے کسی ایک امر میں بھی اختلاف نہ ہو +

اور اگر نبض ان پانچوں امور میں سے محض کسی ایک چیز میں مستوی ہو (اور بقیہ چیزوں میں مستوی نہ ہو) تو ایسی نبض کو محض اسی چیز میں (بقید کر کے) "مستوی" کہا جائیگا (اسے مطلقاً اور بلا قید مستوی ہرگز نہ کہا جائیگا)۔ مثلاً جو نبض محض قوت کے لحاظ سے مستوی ہے، یا محض سرعت کے لحاظ سے مستوی ہے، تو (ایسی نبض کے بارے میں) تم کہوگے کہ یہ "قوت میں" مستوی ہے یا یہ "سرعت میں" مستوی ہے۔ (شیخ) +

اسی طرح "نبض مختلف" وہ ہے، جو مستوی نہ ہو، خواہ وہ مطلقاً "مختلف" ہو، (یعنی بلا قید مختلف ہو، اور پانچوں امور میں سے ہر ایک میں اختلاف ہو) یا وہ (بلا قید مختلف نہ ہو، بلکہ اس کا اختلاف محض اس چیز میں ہو جس میں کہ وہ مستوی نہیں ہے (مثلاً اگر وہ سرعت میں مستوی نہیں ہے تو وہ سرعت میں مختلف کہلائیگی)۔ (شیخ) +

جالینوس کا قول "نبض کبیر" میں اس طرح ہے :۔

"نبض مستوی" وہ ہے، جس کے قرعات (ٹھوکریں) انگلیوں میں یکساں طور پر لگیں، اور "نبض مختلف" اس کے خلاف کا نام ہے، پھر ان دونوں میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں، عام اور خاص +

"نبض مستوی عام" وہ ہے، جس کے قرعات انگلیوں میں تمام اصناف (امور خمسہ) کے لحاظ سے متشابہ ہوں۔ اور "نبض مختلف عام" وہ ہے، جس کے قرعات امور خمسہ میں سے کسی

چیز میں بھی متشابہ اور ہموار نہ ہوں۔

"نبض مستوی خاص" سے مُراد یہ ہے کہ اُس کے قرعات کسی ایک چیز میں (مثلاً قوت یا سُرعت میں) تساوی اور ہموار ہوں، اور باقی چیزوں میں مختلف ہوں۔ اسی طرح "نبض مختلف خاص" اس کے مقابلے میں ہے، یعنی جس کے قرعات کسی ایک چیز میں (مثلاً قوت یا سُرعت میں) مختلف ہوں، اور باقی چیزوں میں ہموار اور متساوی (انتہیٰ) +

(۹) جنس نظام وعدم نظام

(یعنی وہ جنس، جو اس لحاظ سے ماخوذ ہے کہ نبض کا اختلاف کسی مقررہ نظام پر قائم ہے، یا وہ کسی مقررہ نظام پر قائم نہیں ہے) +

وہ جنس، جو (اختلاف نبض کے) نظام اور غیر نظام سے ماخوذ ہے، اس کی دو قسمیں ہیں :- (۱) مختلف منتظم (۲) مختلف غیر منتظم۔ چنانچہ

نبض مختلف منتظم وہ ہے، جس کے اختلاف کے لئے ایک مقررہ نظام ہو، یعنی اسی نظام وترتیب پر اس کا اختلاف دورہ کیا کرتا ہو +

پھر اس کی دو صورتیں ہیں :- منتظم مُطلق اور منتظم دائر۔

منتظم مطلق سے مراد یہ ہے کہ محض ایک ہی اختلاف کا تکرار واعادہ ہو، (مثلاً ہر تین نبضہ کے بعد ایک نبضہ تیز ہو جایا کرتا ہو) اور

منتظم دائر سے مراد یہ ہے کہ اس میں دو یا زیادہ اختلافات (ایک مقررہ نظام پر) دورہ کرتے ہوں، مثلاً کسی نبض میں اختلاف کے دو دورے ہوں، اور دوسرا دَورہ پہلے دَورے سے جدا گانہ ہو۔ لیکن دونوں اختلاف کے دَورے اپنی اپنی باری پر (ایک مقررہ نظام کے ساتھ) اس طرح ہوتے ہیں، گویا یہ دونوں دورے ملکر ایک دورہ بناتے ہیں (مثلاً ایک نبض ہے جو دو قرعات کے بعد ایک قرعہ زور سے لگاتی ہے، پھر دو قرعات کے بعد ایک طویل وقفہ کرتی ہے، اور پھر یہی چکر قائم ہو جاتا ہے) +

نبض مختلف غیر منتظم، نبض منتظم کی ضد اور عکس کا نام ہے (جس کے اختلافات کسی نظام اور ترتیب کے ساتھ نہیں ہوتے ہیں) +

اس نویں جنس کے متعلق شیخ رہ فرماتے ہیں کہ "جب تم تحقیق کرو گے (اور بہ نظر انصاف سوچو گے) تو اس نویں جنس کو آٹھویں جنس کی ایک قسم پاؤ گے، جو "غیر مستوی" (مختلف) کے تحت میں داخل ہو گی (کیونکہ یہ تقسیم تو در اصل مختلف ہی کی ہو سکتی ہے کہ اس کا اختلاف با نظم و با ترتیب ہو، یا بے نظم و بے ترتیب) +

(۱۰) جنس وزن

وزن سے مراد یہ ہے کہ نبض کی دونوں (انقباضی و انبساطی) حرکتوں اور دونوں (مرکزی و محیطی) سکونوں کے چاروں زمانوں کے تناسب کا باہمی مقابلہ و موازنہ کیا جائے (شیخ) +

اجناس عشرہ میں اس جنس کے داخل کرنے سے یہ جاننا مقصود ہے کہ آیا اس شخص کی نبض مثلاً اس عمر کی نبض کے مناسب اور مطابق بھی ہے، یا نہیں. مثلاً کسی بچے کی نبض بچپن کے مطابق ہے یا نہیں، یا جوان کی نبض یا بوڑھے کی نبض ان کی عمروں کے مطابق ہے، یا نہیں +

یہ ظاہر ہے کہ شیخ نے وزن کی تعریف میں چاروں زمانے کا ذکر کیا ہے، دو زمانے انقباض و انبساط کے اور دو زمانے سکون مرکزی و محیطی کے اور یہ اسی وقت صحیح ہو گا، جبکہ نبض میں حرکت انقباضیہ بھی محسوس ہو سکتی ہو. لیکن اگر انقباضی حرکت غیر محسوس ہو اور صرف حرکت انبساطیہ ہی محسوس ہو، تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ حرکت انبساطیہ کے زمانے کا مقابلہ اس زمانے سے کیا جائے گا، جو اس کے بعد شروع ہو گا، اور جو اگلے انبساط پر ختم ہو گا. یہ زمانہ

اگرچہ بظاہر "سکون" کا زمانہ ہوگا۔ مگر حقیقت میں اس کے اندر سکون محیطی، حرکت انقباضی، اور سکون مرکزی، تینوں کے زمانہ شامل ہونگے. چنانچہ شیخ فرماتے ہیں:۔

"اور اگر قوت حساسہ ان ساری چیزوں (دونوں حرکتوں اور دونوں سکونوں) کے ضبط و احساس سے عاجز ہو (یعنی حرکت انقباضیہ غیر محسوس ہو) تو اس صورت میں وزن سے مراد یہ ہوگا کہ انبساط کا مقابلہ اس زمانے سے کیا جائے، جو دو انبساطوں کے درمیان ہوگا" (جس زمانے میں تین چیزیں شامل ہونگی، (۱) سکون محیطی کا زمانہ، جو ہر انبساط کے بعد ضروری ہے؛ (۲) انقباض کا زمانہ، اور (۳) سکون مرکزی کا زمانہ، جو ہر انقباض کے بعد ضروری ہے) +

خلاصہ یہ ہے کہ وزن میں حرکت کے زمانہ کا مقابلہ سکون کے زمانے سے کیا جاتا ہے. (اس سے بحث نہیں کہ حرکت انقباضیہ محسوس ہوتی ہے یا نہیں. اگر وہ محسوس ہوتی ہے، تو اس کا زمانہ ضرور مقابلۃً دیکھا جائے گا) +

رہے وہ لوگ جو وزن کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں کہ حرکت کے زمانے کا مقابلہ حرکت کے زمانے سے کیا جائے، اور سکون کے زمانے کا مقابلہ سکون کے زمانے سے کیا جائے، تو دراصل یہ لوگ ایک باب میں دوسرے باب کو داخل کر رہے ہیں، (یعنی بابِ وزن میں ایسے باب کو داخل کر رہے ہیں، جو دراصل باب وزن سے نہیں ہے، بلکہ "باب استواء و اختلاف" سے ہے). (شیخ) +

جنس وزن میں اطبا محض حرکت کا توازن سکون سے کرتے ہیں، اور اس امر میں اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ ایک حرکت کو دوسری حرکت سے کیا نسبت ہے؛ کیونکہ اس کا تذکرہ تو باب استواء و اختلاف میں آ چکا ہے. مثلاً اگر ایک حرکت کا زمانہ دوسری حرکت کے مقابلے میں اگر چھوٹا ہو تو یہ نبض سرعت

کے لحاظ سے مختلف کہلائے گی۔ الغرض اس قسم کے مباحث استواء اور اختلاف سے وابستہ رہینگے، نہ کہ وزن سے +

اگرچہ اس قسم کا ادخال جائز اور ممکن ہے، محال اور ناجائز نہیں ہے، لیکن یہ بات اچھی نہیں ہے۔ بشیخ +

کتاب **نبض صغیر** میں جالینوس کا قول ہے:-

"وزن کے معنی نبض میں یہ ہیں کہ یا حرکت کا مقابلہ حرکت سے کیا جائے، مثلاً انقباض کا مقابلہ انبساط سے کیا جائے، یا سکون کا مقابلہ سکون سے کیا جائے، مثلاً سکون خارج (سکون محیطی) کا مقابلہ سکون داخل (سکون مرکزی) سے کیا جائے، یا ایک حرکت کا دوسرے سکون سے مقابلہ کیا جائے" +

جالینوس کے اس قول سے معلوم ہوا کہ اس مخصوص مقابلے اور توازن کا نام جالینوس کی اصطلاح میں "وزن" ہے جو بقیہ دوسرے اجناس میں موجود نہیں ہے +

وزن کے لحاظ سے نبض کی دو قسمیں ہیں:- (۱) جید الوزن (۲) ردی الوزن (چنانچہ **جیّد الوزن** وہ نبض ہے، جس میں حرکت و سکون کے زمانہ طبعی اور اعتدالی تناسب پر ہوں۔ اور ردی الوزن وہ ہے جو اس کے خلاف ہو) +

نبض ردی الوزن کی (مندرجہ ذیل) تین قسمیں ہیں:-

(۱) **متغیر الوزن**۔ جسکو **مجاوز الوزن** بھی کہا جاتا ہے، وہ نبض ہے جس کا وزن کسی ایسی عمر کے وزن کے برابر ہو جائے: جو اس شخص کی عمر سے ملی ہوئی ہے، مثلاً بچوں کی نبض کا وزن جوانوں کی نبض کے وزن کے مطابق ہے (بچوں کی عمر جوانوں کی عمر سے ملی ہوئی ہے۔ بایں معنی کہ بچپن کے ختم ہوتے ہی جوانی آجاتی ہے؛ اس کے برعکس بچپن اور بڑھاپے کی عمریں باہم ملی ہوئی نہیں ہیں، بلکہ بیچ میں جوانی کی عمر حائل ہے) +

(۲) مُبایِنُ الوزن (وہ نبض ہے. جس میں کسی شخص کی نبض کا وزن ایسی عمر کی نبض کے وزن کے مطابق ہو جائے، جو اس سے ملی ہوئی نہیں ہے) مثلاً بچوں کی نبض کا وزن بڈھوں کی نبض کے وزن کے مانند ہو جائے +

(۳) خارجُ الوزنِ وہ نبض ہے جس کا وزن (اس حد تک بدل جائے کہ) کسی عمر کی نبض کے وزن کے مانند نہ رہے. (جیساکہ نبض مرتعش یا مرتعد ہوتی ہے) +

نبض کا اپنے وزن سے بہت زیادہ خارج ہونا اس امر کی علامت ہے کہ بدنی حالات میں تغیر عظیم واقع ہو گیا ہے (اور اعتدال سے بہت زیادہ خروج ہو گیا ہے). شیخ +

نبض مستوی اور مختلف کی خصوصی شرح و تفصیل

چونکہ جنس استواء و اختلاف کی قسمیں اور شاخیں بکثرت تھیں اسلئے شیخ نے اس کے لئے علیحدہ دو مستقل فصلیں قائم کیں. چنانچہ اس فصل میں نبض مستوی اور مختلف کی ایک کلی اور اجمالی شرح ہے، اور اس کے بعد آنے والی فصل میں نبض مختلف مرکب کی قسموں کی توضیح کی گئی ہے، جن کے مخصوص نام مقرر ہیں +

اس فصل میں جن امور کا تذکرہ کیا گیا ہے، چونکہ انکا ادراک کرنا ود قوت لامسہ سے معلوم کرنا مشکل ہے، اور چونکہ شیخ ان میں کی بعض باتوں کو بیجا تکلف اور تطویل لاطائل سمجھتے ہیں، اور دل سے ان کو پسند نہیں کرتے، اس لئے اس قول کو اطبار کی طرف منسوب کر کے اس طرح شروع کرتے ہیں:-

اطباء کہتے ہیں کہ: "نبض مختلف" میں اختلاف کا ہے متعدد نبضات میں ہوتا ہے، اور کاہے ایک ہی نبضہ میں (جیساکہ پہلے بتایا

جا چکا ہے)۔ پھر جس نبض مختلف میں ایک ہی نبضہ کے اندر اختلاف ظاہر ہوتا ہے، اس کی دو صورتیں ہیں:۔

(۱) یہ اختلاف نبض کے مختلف اجزاء میں ہو، یعنی مختلف انگلیوں کے نیچے اختلاف ہو، (۲) یہ اختلاف نبض کے ایک ہی جزء میں ہو، یعنی ایک ہی انگلی کے نیچے اختلاف ہو۔

اور جو نبض متعدد نبضات کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے، اس میں سے ایک قسم وہ نبض مختلف ہے، جس میں اختلاف بتدریج نمودار ہو، اور ہموار طور پر (ایک چال کے ساتھ) جاری رہے۔ بایں طور کہ نبض کسی ٹھوکر سے شروع ہو کر زیادتی کی طرف منتقل ہو، یا کمی کی طرف! اور پھر وہ اسی طریقہ پر بتدریج اور یکساں طور پر آگے بڑھتی ہوئی جائے، حتی کہ وہ کمی یا زیادتی کی انتہا کو پہونچکر رُک جائے، (یعنی اگر وہ شروع ہو کر زیادتی کی طرف منتقل ہو رہی ہے تو وہ آخر میں زیادتی کی انتہا تک پہونچکر رُک جائے۔ اور اگر وہ کمی کی طرف منتقل ہو رہی ہے، تو وہ کمی کی انتہا تک پہونچکر رُک جائے، ایسی نبض کو ذنب الفار کہتے ہیں)۔

شکل نبض ذنب الفار
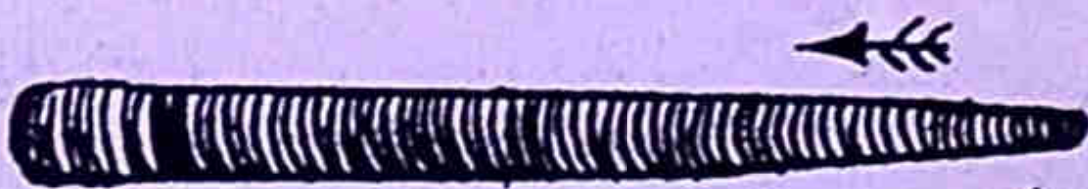
کمی سے زیادتی کی طرف نبض موٹی ہو رہی ہے

زیادتی سے کمی کی طرف شریان کا حجم پتلا ہو رہا ہے

پھر وہ لوٹ کر اپنی ابتدائی زیادتی (عظم اول) تک یا وہ اپنی ابتدائی کمی (صغر اول) تک پہونچ جائے (یعنی اگر وہ زیادتی سے کمی کی طرف گئی ہے، تو انتہائی کمی تک پہونچنے کے بعد اپنی سابقہ زیادتی کی طرف لوٹ جائے، اور

اگر وہ کمی سے زیادتی کی طرف گئی ہے، تو انتہائی زیادتی تک پہنچنے کے بعد اپنی سابقہ کمی کی طرف لوٹ جائے) +

یہ بازگشت دونوں صورتوں میں (کمی سے زیادتی کی طرف لوٹنے میں، اور زیادتی سے کمی کی طرف بازگشت کرنے میں) گاہے پہلی رفتار کے مطابق ہوتی ہے (یعنی بازگشت میں وہی تدریجی اور یکساں رفتار ہوتی ہے، جو پہلی روانگی میں تھی)؛ اور گاہے یہ بازگشت (پہلی رفتار کے مطابق ہونیکی بجائے اس سے) مخالف ہوتی ہے (یعنی بازگشت کی رفتار پہلی چال سے مختلف ہوتی ہے) لیکن یہ ضروری ہے کہ ابتداء سے انتہاء کی طرف اس کا رُخ اسی طریقہ پر ہو (یعنی بازگشت میں بھی یہ ضروری ہے کہ وہ اسی طریقہ پر کمی سے زیادتی کی طرف، یا زیادتی سے کمی کی طرف روانہ ہو. خواہ اُس کی چال میں پہلی چال سے تیزی یا سُستی ہو، خواہ یہ اپنی انتہاء تک پہونچ سکے، یا نہ پہونچ سکے، اور خواہ اس سے بھی آگے بڑھ جائے)، لیکن ان تمام صورتوں میں یہ ضروری ہے کہ روانگی کی چال سے بازگشت کی چال مختلف ہو. چنانچہ شیخ فرماتے ہیں:) :-

(بازگشت کے بعد) گاہے یہ اپنی انتہاء تک پہونچ جاتی ہے، اور گاہے اُس سے پہلے ہی رُک جاتی ہے، اور گاہے اس سے بھی آگے تجاوز کر جاتی ہے +

نبض مسلی کی صورت

کمی سے زیادتی کی طرف روانہ ہوئی، اور پھر بازگشت کر کے زیادتی سے کمی پر جا کر ختم ہو گئی ہے

زیادتی سے کمی کی طرف روانہ ہوئی، اور پھر کمی سے زیادتی کی طرف بازگشت کیا
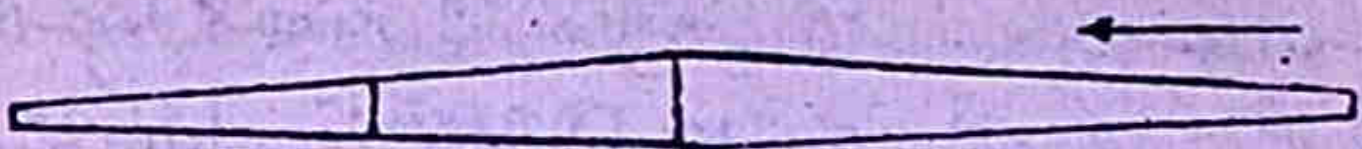
یہاں آکر رُک گئی

کمی سے زیادتی کی طرف روانہ ہوئی، اور
بازگشت کے وقت اپنی انتہا سے پہلے رُک گئی۔

یہاں آکر رُک گئی

زیادتی سے کمی کی طرف روانہ ہوئی اور بازگشت
کے وقت اپنی انتہا سے پہلے رُک گئی۔

یہاں تک بڑھ گئی

کمی سے زیادتی کیطرف روانہ ہوئی، اور پھر زیادتی سے بازگشت کے وقت اپنی انتہا سے
آگے تجاوز کر گئی۔

بازگشت کے وقت یہاں
ہونی چاہئے تھی

زیادتی سے کمی کی طرف روانہ ہوئی
اور پھر کمی سے بازگشت کے وقت اپنی
انتہا سے آگے تجاوز کر گئی۔

اور جب یہ صورت ہوتی ہے کہ وہ انتہا سے پہلے ہی رُک

جاتی ہے، تو گاہے اس کے رُکنے (انقطاع) کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اس کے بیچ میں سکون اور وقفہ (فترہ) آجاتا ہے (یعنی جس موقع پر حرکت کی توقع ہوتی ہے، اُس موقع پر حرکت کی بجائے سکون ہوجاتا ہے)! اور گاہے انقطاع کے خلاف ظاہر ہوتا ہے، یعنی بیچ میں (سکون کی توقع ہوتی ہے، اور وہاں سکون کی بجائے حرکت واقع ہوجاتی ہے۔ چنانچہ اس لحاظ سے نبض مختلف کی کئی قسمیں بنتی ہیں:-

نبض ذوالفترہ، نبض مختلف کی وہ قسم ہے، جس میں حرکت کی جہاں توقع اور امید ہوتی ہے، وہاں (خلاف امید) سکون نمودار ہوجاتا ہے، (شیخ) +

یعنی حرکت اپنی مسافت کے بیچ میں رُک جاتی ہے، اور ایک نیا سکون حاصل ہوجاتا ہے، جو نہ سکون مرکزی ہوتا ہے، اور نہ سکون محیطی۔ بلکہ وہ مسافت حرکت کے بیچ میں کسی غیر طبعی سبب سے پیدا ہوجاتا ہے۔ (فترہ، سکون، وقفہ) +

نبض واقعنی الوسط، وہ نبض مختلف ہے، جس میں سکون کی جہاں توقع اور امید ہوتی ہے، وہاں (خلاف توقع) حرکت نمودار ہوجاتی ہے۔ شیخ +

اسکا نام "واقع فی الوسط" (بیچ والی نبض)، اس لئے رکھا گیا ہے کہ طبعی حالت میں دونوں حرکتوں، حرکت انقباضی و انبساطی کے درمیان کچھ دیر تک سکون ہوا کرتا ہے۔ لیکن اس قسم میں یہاں نبض اتنی دیر تک سکون کرنے سے پہلے ہی حرکت کرجاتی ہے۔ الغرض اس نبض میں ایک نئی حرکت دونوں حرکتوں کے بیچ میں خلاف توقع پیدا ہوجاتی ہے +

نبض ذنب الفار (چوہے کی دُم کی سی نبض) کے نام سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں شریان ایک طرف سے موٹی اور دوسری طرف سے باریک ہوا کرتی ہے، جیسا کہ چوہے

کی دُم کے تصور سے خیال ہوتا ہے، یعنی بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبض ممتلئ کی یہ قسم محض مقدار و حجم کے لحاظ سے ہے، اور بقیہ اجناس خمسہ سے اس کو کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ حالانکہ خیال صحیح نہیں ہے، بلکہ گاہے ذنب الفار میں بقیہ دوسری جنسوں کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے، مثلاً اگر ایک نبض ایک طرف سے قوی ہو اور دوسری طرف بتدریج ضعیف ہوتی چلی جائے، تو اسے بھی ذنب الفار کہا جاتا ہے، خواہ حجم کے لحاظ سے اس میں کوئی فرق نہ ہو، اور شریان کے دونوں سرے مقدار کے لحاظ سے برابر ہوں، اور کسی انگلی کے نیچے شریان کی موٹائی میں اختلاف نہ ہو۔

اسی طرح اگر شریان ایک طرف سخت ہو، اور دوسری طرف بتدریج نرم ہوتی چلی جائے، یا اگر ایک طرف سرعت اور دوسری طرف بطوء ہو یا ایک طرف تواتر اور دوسری طرف تفاوت ہو، تو ان سب صورتوں میں اس نبض کو ذنب الفار کہا جائیگا بشرطیکہ ان سب صورتوں میں اختلاف و انقلاب تدریجی ہو، اور ایک خاص نظم و ترتیب کے ساتھ ایک سرے سے دوسرے سرے کی طرف اختلاف بڑھتا چلا جائے۔

چونکہ چوہے کی دُم ایک طرف سے موٹی اور دوسری طرف سے باریک ہوا کرتی ہے، اسی طرح ان تمام صورتوں میں، ایک طرف مثلاً قوت قوی اور دوسری طرف ضعیف ہوتی ہے، اور مثلاً ایک طرف سختی زیادہ، اور دوسری طرف کم ہوتی ہے، اس لئے ان

---

[1] اجناس خمسہ: (۱) عظم و صغر (۲) سرعت و بطوء (۳) تواتر و تفاوت (۴) صلابت و لین اور (۵) قوت و ضعف۔ انہی پانچ امور میں اختلاف نمودار ہوا کرتا ہے۔

تمام باتوں کی اس تدریجی کمی دزیادتی کو چوہے کی دُم سے تشبیہ دی گئی ہے +

پھر ذنب الفار کی تین قسمیں کی گئی ہیں: (۱) ذنب منتقضی (۲) ذنب ثابت (۳) ذنب عائد +

(۱) ذنب منقضی (ساقط) ذنب الفار کی وہ قسم ہے کہ مثلاً اگر وہ ایک طرف سے عظیم ہے تو دوسری طرف صِغر کی کسی معین حد پر جاکر ختم نہ ہو۔ یا اگر وہ ایک طرف سے قوی ہے' تو دوسری طرف ضعف کی کسی معتبر حد پر جاکر نہ ٹھہرے، یا اگر وہ ایک طرف سے صُلب ہے، تو دوسری طرف لیونت کی کسی معین حد پر جاکر منتہی نہ ہو +

(۲) ذنب ثابت (واقف) نبض ذنب الفار کی وہ قسم ہے، جو کسی معین حد پر جاکر ختم ہو، اور اُسی حد پر قائم ہوجائے ! مثلاً اگر وہ ذنب الفار بلحاظ مقدار شریان کے ہے، یا بالفاظ دیگر، بلحاظ عِظم وصِغر کے ہے، اور مثلاً وہ عظم سے شروع ہوکر صغر کی طرف جارہی ہے، تو صغر کی کسی حد معین پر جاکر ختم ہوجائے، اور وہاں سے وہ پہلے عظم کی طرف نہ لوٹے، جہاں سے وہ شروع ہوئی تھی +

(۳) ذنب عائد (راجع) ذنب الفار کی وہ قسم ہے، جو کسی حد معین پر جاکر ختم ہو، اور پھر وہاں سے لوٹ کر پہلی جگہ پر آجائے ! مثلاً اگر وہ عظم سے شروع ہوئی ہے، تو صغر کی کسی معین حد پر پہونچکر پہلے عظم تک واپس آجائے۔ وعلیٰ ہذا قوت وضعف اور صلابت ولین وغیرہ میں بھی اسی طرح قیاس کیا جاسکتا ہے +

لیکن جب نبض کا اختلاف ایک ہی نبضہ کے مختلف اجزاء میں ہوتا ہے، تو اس کی دو صورتیں ہیں:-

(۱) گاہے یہ اختلاف مختلف اجزار کی وضع میں ہوتا ہے ؛ اور
(۲) گاہے مختلف اجزار کی حرکت میں +

چنانچہ نبض منشاری میں اختلاف کی یہ دونوں قسمیں پائی جاتی ہیں: (۱) شریان کے مختلف اجزار کی وضع میں بھی اختلاف ہوتا ہے، یعنی بعض اجزار آرہ کے دندانوں کی طرح بلند، اور بعض پست ہوتے ہیں۔ (۲) مختلف اجزار کی حرکت میں بھی اختلاف ہوتا ہے ؛ یعنی بعض اجزا پہلے حرکت کرتے ہیں، اور بعض پیچھے +

چنانچہ اجزا کی وضع میں اختلاف ہونے کے معنی یہ ہیں کہ شریان کے اجزار میں مختلف جہات کے لحاظ سے جو نسبتیں پائی جاتی ہیں، ان نسبتوں میں اختلاف نمودار ہو جائے۔ اور چونکہ جہتیں چھ ہیں (اوپر۔ نیچے۔ آگے۔ پیچھے۔ دائیں۔ بائیں) اس لئے یہ اختلافات بھی انہی چھ جہات میں واقع ہونگے (یعنی مثلاً شریان النبض کے اجزار طبعی حالت میں بلندی اور پستی کے لحاظ سے اگر ہموار ہوتے ہیں، تو وہ مختلف ہو کر ہموار نہ رہیں ؛ یا بالفاظ دیگر، ان اجزار کے تناسب میں فرق آجائے) +

اور اجزار کی حرکت میں اختلاف ہونے کے معنے یہ ہیں کہ شریان کے اجزار کی حرکت (۱) تیزی اور سستی کے لحاظ سے مختلف ہو (۲) یا تقدمُ و تأخر (یعنی تواتر و تفاوت) کے لحاظ سے مختلف ہو، یعنی بعض اجزار اپنے وقت سے پہلے حرکت کریں، اور بعض اجزار اپنے وقت کے بعد ؛ (۳) یا شریان کے اجزار کی حرکت قوت و ضعف کے لحاظ سے مختلف ہو (یعنی بعض اجزار کی حرکت قوی ہو، اور بعض کی ضعیف) (۴) یا شریان کے اجزار کی حرکت عظم و صغر کے لحاظ سے مختلف ہو۔ (یعنی بعض اجزا عظیم ہوں اور بعض اجزا صغیر) +

ان تمام امور میں جو اختلاف ہوا کرتا ہے، اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں: (۱) یہ اختلاف ایک ہموار ترتیب پر (نظام خاص کے ساتھ) جاری ہو ؛ (۲) یہ اختلاف ایک ہموار ترتیب پر جاری نہ ہو۔ بلکہ زیادتی اور کمی کے

لحاظ سے مختلف ہو +

ہموار ترتیب (ترتیب مستوی) سے مراد یہ ہے کہ مثلاً شریان کا جو حصہ سبابہ کے نیچے واقع ہے، وہ عظم یا قوت یا کسی اور چیز میں اُس حصے سے سوائے (۱ ½) کے برابر ہو جو بیچ کی انگلی کے نیچے واقع ہے، اور جو حصہ بیچ کی انگلی کے نیچے واقع ہے، وہ اسی چیز میں اُس حصے سے سوائے کے برابر ہو، جو بنصر کے نیچے واقع ہے، علی ہٰذا بنصر والا حصہ خنصر والے حصے سے اسی چیز میں سوائے کے برابر ہو، یعنی ایک چوتھائی زائد ہو۔ اس کے مقابلہ میں مختلف ترتیب کا سمجھنا زیادہ مشکل نہیں ہے +

پھر مذکورہ بالا اختلاف نبض کے دو اجزار میں بھی ہو سکتا ہے، تین اجزار میں بھی، اور چار اجزار میں بھی۔ ان اجزار سے میری مراد نبض کے وہ مقامات (یا وہ اجزار) ہیں، جہاں انگلیاں پڑتی ہیں (چنانچہ انگلیاں چار ہیں، اور نبض دیکھتے وقت شریان پر چاروں انگلیاں رکھی جاتی ہیں، اس لئے نبض کے اجزار بھی چار ہوتے ہیں) +

اس کے بعد ان سب اختلافی صورتوں کو جوڑنا اور اکٹھا کرنا تمہارا کام ہے +

یعنی انگلیوں کے لحاظ سے نبض کے اجزار چار ہیں، اور ان چاروں میں اختلاف کی تین صورتیں ہیں

(۱) اختلاف ثنائی یعنی دو اجزار میں اختلاف ہو، اور دو میں اختلاف نہ ہو +

(۲) اختلاف ثلاثی یعنی تین اجزار میں اختلاف ہو، اور ایک میں نہ ہو +

(۳) اختلاف رباعی یعنی چاروں اجزار میں اختلاف ہو +

اب یہ دیکھنا ہے کہ نبض کے مختلف اجزار کا اختلاف

گاہے ان کی وضع میں ہوتا ہے، اور گاہے ان کی حرکت میں۔
چنانچہ وضع کے اختلاف کی صورتیں جہات ستہ کی وجہ سے چھ ہیں۔ اسی طرح حرکت کے اختلاف میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ چار امور (۱) سرعت و بطوء، (۲) تقدم و تأخر (۳) قوت و ضعف (۴) عظم و صغر) میں ہو سکتا ہے۔ بایں معنے کہ ان چاروں میں سے ایک میں اختلاف ہو، یا دو میں، یا تین میں یا چاروں میں ہو۔

الغرض ان سب صورتوں کو اگر جوڑا جائے، اور حساب لگا کر سب کو جمع کیا جائے، تو ان کی تعداد کئی لاکھ تک پہونچتی ہے، جسے میں تطویل لاطائل سمجھکر چھوڑتا ہوں۔
لیکن جب نبض کا اختلاف شریان کے ایک ہی جز میں ہو، (یعنی ایک ہی انگلی کے نیچے اختلاف ہو، اور یہ اختلاف مختلف نبضات کے لحاظ سے نہ ہو، بلکہ ایک ہی نبضہ کے لحاظ سے ہو) تو اس کی تین صورتیں ہیں: (۱) منقطع (۲) عائد (۳) متصل۔
چنانچہ (الف) نبض مُنقَطِع اُسے کہتے ہیں، جس کے کسی ایک جز میں (مثلاً خنصر کے نیچے) ایک ہلکا سا وقفہ اس طرح لاحق ہو کہ نبض کی حرکت وہاں آکر (بیچ میں سے) کٹ جائے (اور اس سے آگے پھر حرکت کا سلسلہ قائم ہو جائے)۔
پھر جس حصہ کی حرکت بیچ کے وقفہ کی وجہ سے کٹ گئی ہے، گاہے اس کے دونوں سرے سرعت و بطوء کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں، اور گاہے متشابہ۔

یعنی جب چاروں انگلیاں نبض پر رکھی جاتی ہیں، تو اس لحاظ سے نبض کے یا شریان کے چار حصے ہو جاتے ہیں۔ پھر اگر کسی ایک انگلی کے نیچے، اس طرح محسوس ہو کہ وہاں آکر حرکت بند ہو گئی، اور پھر چل پڑی، تو اسے نبض منقطع کہینگے

(منقطع = کٹی ہوئی)۔ اس کے بعد یہ دیکھنا ہے کہ جس سرے پر آکر حرکت بند ہوئی، اور دوسرے سرے پر جہاں سے حرکت شروع ہوئی ہے، آیا ان دونوں سروں پر حرکت اپنی تیزی کے لحاظ سے مختلف ہے، یا ستوی +

نبض منقطع کا خاکہ

خنصر بنصر وسطیٰ سبابہ
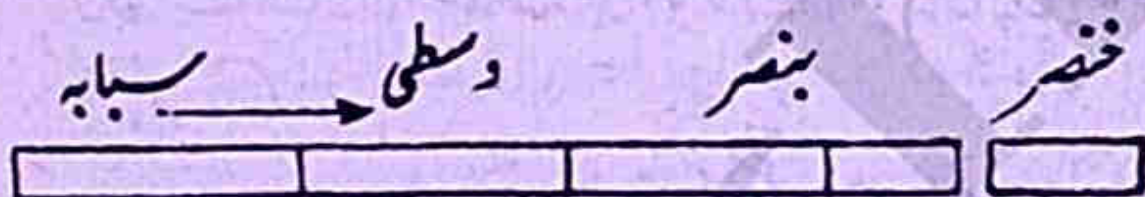
یہ ایک سرا ہے جہاں آکر حرکت رُکی ہے۔
یہاں آکر نبض منقطع ہو گئی ہے، یعنی یہاں وقفہ ہوا ہے۔

(ب) نبض عائد (عائد = لوٹنے والی) سے مراد یہ ہے کہ کوئی نبض عظیم ہو، اور پھر وہ کسی حصے میں آکر صغیر ہو جائے، اور اس کے بعد پھر کسیقدر لوٹ جائے۔ (یعنی صغیر سے پھر کسی قدر عظیم ہو جائے) +

نبض عائد کا خاکہ

خنصر بنصر وسطیٰ سبابہ

بنصر کے نیچے نبض آکر باریک ہو گئی، اور پھر لوٹ کر بدستور سابق موٹی ہو گئی (عائد = لوٹنے والی یعنی اپنے سابقہ حجم پر آجانے والی)

نبض متداخل بھی اسی قبیلے سے ہے (یعنی نبض عائد کے قبیلے سے ہے)۔ "نبض متداخل" ایسی نبض کو کہتے ہیں، جس میں ایک نبضہ، اختلاف کی وجہ سے، دو نبضے معلوم ہوتے ہیں، یا جس میں دو نبضے، تداخل کی وجہ سے، ایک نبضہ معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ اس بارہ میں مختلف لوگوں کی

رائیں مختلف ہیں +

"نبض متداخل" کی دو صورتیں ہیں (۱) ایک صورت تو یہ ہے کہ نبض کا جو حصہ کسی ایک انگلی کے نیچے واقع ہے، وہ دوسرے حصوں کے بعد حرکت کرے۔ ایسی صورت جب ہوتی ہے، تو اس میں دو نبضے محسوس ہوتے ہیں؛ کیونکہ انگلیوں میں دو مرتبہ ٹھوکریں لگتی ہیں۔ (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ پہلے نبضہ میں شریان کے بعض اجزار حرکت میں آئیں، اور دوسرے نبضہ میں باقی اجزار حرکت میں آئیں، جو پہلے نبضہ میں ساکن رہے تھے +

پہلی صورت میں نبضہ ایک ہی تھا، جو دو محسوس ہوا، اور دوسری صورت میں دراصل دو نبضات تھے، جو ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے، یا ایک دوسرے میں داخل ہو گئے۔ اسی وجہ سے نبض متداخل میں اختلاف ہو گیا ہے۔ **بعض لوگ** کہتے ہیں کہ یہ دراصل ایک ہی نبضہ یا ایک ہی قرعہ ہوتا ہے، جو اختلاف اجزا اور اختلاف زمانہ کی وجہ سے دو نظر آتے ہیں۔ اور **بعض لوگ** کہتے ہیں کہ دراصل نبض متداخل میں دو نبضے ہوتے ہیں؛ اور پہلا نبضہ جس حصے پہ جا کر ختم ہوتا ہے، دوسرا نبضہ آکر اسی حصے سے مل جاتا ہے۔ یہی معنے "متداخل" کے ہیں +

یہ حصہ پہلے حرکت کرے

وسطیٰ سبابہ

اس حصے میں بعد کو حرکت محسوس ہو

خنصر بنصر
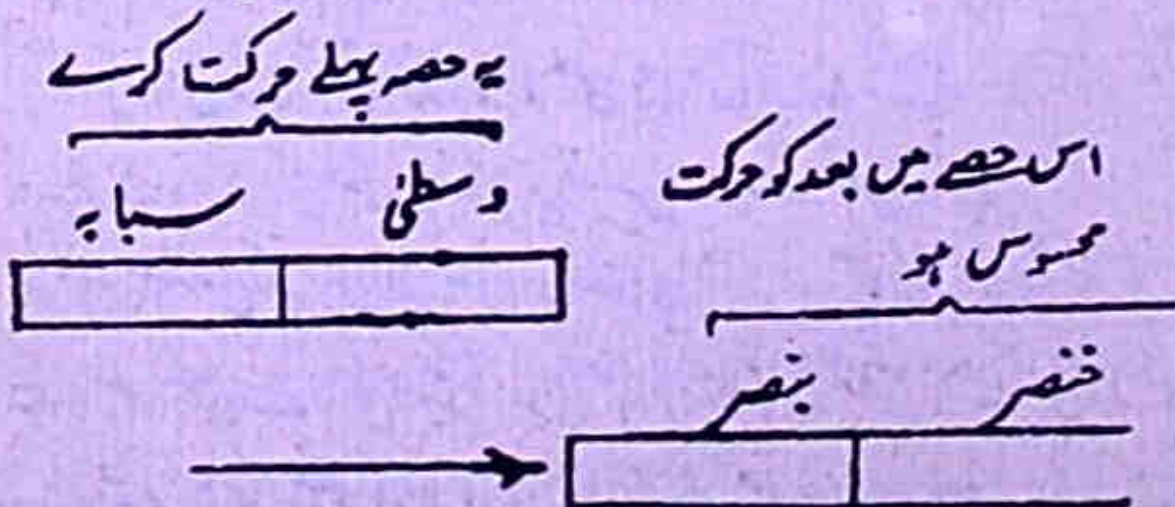
نبض متداخل کا خاکہ

(ج) نبض متصل سے مراد یہ ہے کہ اس کا اختلاف (کسی ایک حصہ میں) اس طرح ملا ہوا اور مسلسل تدریجی طور پر آگے بڑھے کہ اس اختلاف وتغیر کے بیچ میں فصل محسوس نہ ہو، اور اس کا سلسلہ نہ ٹوٹے۔ مثلاً (کوئی نبض اپنے کسی ایک جزء میں) سرعت سے بطوء کی طرف بڑھے، یا اس کے برعکس بطوء سے سرعت کی طرف (یا سرعت یا بطوء سے) اعتدال کی طرف بڑھے، اعتدال سے سرعت کی طرف، یا بطوء کی طرف بڑھے، یا عظم سے، یا صغر سے اعتدال سے اُس چیز کی طرف بڑھے جدھر ان کا انتقال ہو سکتا ہے (یعنی عظم سے صغر کی طرف۔ یا صغر سے عظم کی طرف۔ یا عظم و صغر سے اعتدال کی طرف، اعتدال سے عظم و صغر کی طرف)۔

مگر ہر صورت میں اختلاف وتغیر کی رفتار تدریجی ہونی چاہیے، جیسا کہ اوپر کے بیان میں مشروط ہے۔

نبض متصل کی بعض مثالوں کا خاکہ

ل
صغر سے عظم یا اعتدال کی طرف جا رہی ہے
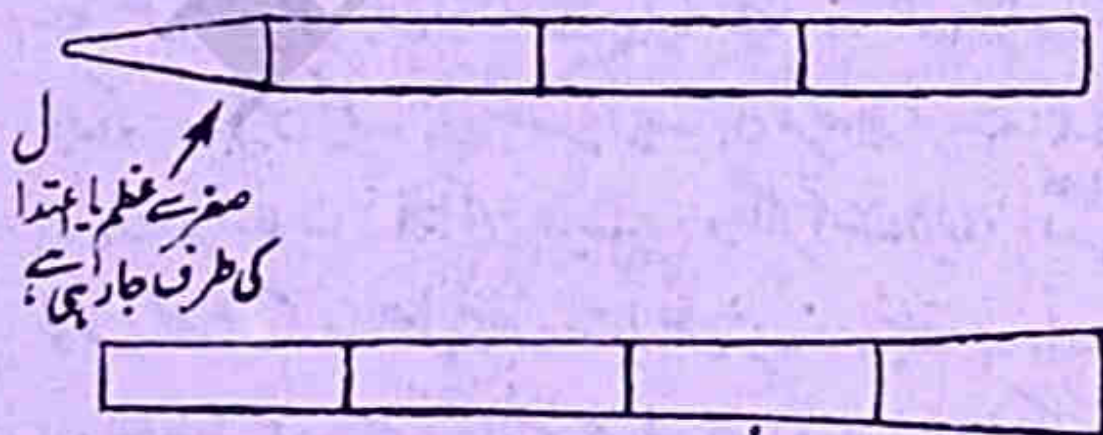
صغر یا اعتدال سے عظم کی طرف جا رہی ہے

اسی طرح باقی مثالوں کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ اور سرعت و بطوء کی عظم و صغر پر تطبیق بھی کی جا سکتی ہے

پھر نبض متصل کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) گاہے یہ اسی شکل پر آگے بڑھتی ہے جس شکل سے اسکی ابتداء ہوئی تھی، مثلاً کوئی نبض اپنے کسی ایک حصے میں صغر سے شروع ہو کر عظم کی طرف بتدریج بڑھے، اور پھر اس حصے کے وسط سے اسکا عظم بتدریج کم ہونا شروع ہو، اور اس حصے کے آخر میں وہی صغر آ جائے

جس صغر سے اسکی ابتداء ہوئی تھی)۔ (۲)، گاہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ باوجود تسلسل وداتصال کے اس (جزر) کے اجزاء میں شدید اختلاف ہو گیا ہے اور (۳) گاہی یہ اختلاف کم ہوتا ہے مثلاً کوئی نبض ایسی ہو کہ اُسکے کسی حصے کے ایک کنارہ پر کافی سرعت یا عظم ہو، اور اسی حصے کے دوسرے سرے پر باوجود تسلسل و اختلاف کے کافی بطوء یا صغر ہو۔ یہ دوسری صورت کی مثال ہے، جس میں اختلاف شدید ہوتا ہے۔ اور مثلاً کوئی نبض ایسی ہو کہ اُسکے کسی حصے کے ایک کنارہ پر معمولی سرعت یا عظم ہو، اور اسی حصے کے دوسرے سرے پر معمولی بطوء یا صغر ہو۔ یہ تیسری صورت کی مثال ہے۔ چنانچہ جو کچھ شیخ کے قول سے سمجھا جاتا ہے اسکو سہولت کی غرض سے خاکوں کی شکل میں واضح کیا جاتا ہے۔

پہلی صورت کا خاکہ

خنصر — بنصر — وسطیٰ — سبابہ

دوسری صورت کا خاکہ

دوسرا سرا اوسط

تیسری صورت کا خاکہ

اس سرے پر عظم یا سرعت معاملۃً شدید ہے

اسکے دونوں سروں پر اختلاف معمولی ہے مگر دوسری صورت کے مقابلہ میں اختلاف بہت کم ہے — دوسرا سرا — پہلا سرا

نبض مرکب کی قسمیں، جنکے خاص خاص نام ہیں

نبض مرکب سے یہاں وہ نبض مختلف مراد ہے، جو دو یا زیادہ جنسوں میں مختلف ہو، اس فصل میں ایسی چودہ نبضوں کا ذکر کیا گیا ہے:۔

(۱) غزالی (۲) موجی (۳) دودی (۴) نملی (۵) منشاری (۶) ذنب الفار (۷) مسلّی (۸) ذوالقرعتین (۹) ذوالفترہ (۱۰) واقع فی الوسط (۱۱) متشنج (۱۲) مرتعش (۱۳) ملتوی (۱۴) متواتر

(۱) **نبض غزالی** یہ اُس نبض کی قسم ہے جو ایک جزر میں (ایک انگلی کے نیچے) مختلف ہوا کرتی ہے۔ اور اس سے وہ نبض مراد ہے، جس کا کوئی حصہ شروع میں سست ہو پھر اسکی سستی ختم ہو جائے اور اسکے بعد پھر وہی حصے کی خیر میں تیز ہو جائے (شیخ)

72155

اس نبض کو غزال (ہرن) سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے
کہ ہرن جب جست کرتا ہے تو ایسا خیال ہوتا ہے کہ گویا اوپر کی
طرف یہ سستی سے جاتا ہے، اور ہوا میں کچھ ٹھہرجاتا ہے، پھر وہ
تیزی سے نیچے گرتا ہے. اسی طرح نبض غزالی بھی پہلے سست ہوتی
ہے، اس کے بعد وہ اپنی پہلی حرکت کو بدل کر تیز ہو جاتی ہے نبض
غزالی میں سرعت و بطوء کے علاوہ ضعف و قوت کے لحاظ سے
بھی اختلاف ہوتا ہے؛ اگرچہ ضعف و قوت کا تذکرہ نہیں کیا
گیا ہے +

(۲) **نبض موجی** اس نبض کا نام ہے جو اجزاء شریان کے عظم و صغر میں، اور بلندی میں اور چوڑائی میں مختلف ہوا کرتی ہے (یعنی اس نبض میں کچھ اجزاء عظیم اور کچھ صغیر ہوتے ہیں، کچھ اجزاء بلند اور کچھ پست ہوتے ہیں، کچھ اجزاء عریض اور کچھ ضیق یعنی تنگ ہوتے ہیں) اسی طرح اس نبض میں حرکت نبض کی ابتداء (یعنی انبساط کی ابتداء) بھی آگے پیچھے ہوا کرتی ہے، (یعنے کچھ اجزاء پہلے حرکت کرتے ہیں اور کچھ پیچھے. بالفاظ دیگر اس نبض میں تواتر اور تفاوت کے لحاظ سے بھی اختلاف ہوا کرتا ہے). نیز اس نبض میں لیونت ہوتی ہے، اور یہ (نبض نملی کی طرح) بہت زیادہ صغیر نہیں ہوتی، اور اس میں کچھ نہ کچھ عرض ضرور ہوتا ہے (یہ نہیں ہے کہ یہ اتنی صغیر ہو کہ عرض کا پتہ ہی نہ چلے. جیسا کہ نملی میں ہوتا ہے). گویا یہ دریا کی لہریں یا موجیں ہیں جو ایک دوسرے کے پیچھے سیدھی جا رہی ہیں، جن میں بلندی و پستی اور سرعت و بطوء کے لحاظ سے اختلاف ہوتا ہے (یعنی بعض موجیں بلند ہوتی ہیں، اور بعض پست اور بعض موجیں تیز چلتی ہیں. اور بعض سست) شیخ +

گیلانی کہتے ہیں کہ نبض موجی کو دریا کی ان موجوں یا
لہروں سے تشبیہ دی گئی ہے، جو ہوا کے جھونکوں سے اس میں
پیدا ہوتی ہیں، نہ کہ ان لہروں سے جو اس میں پتھر وغیرہ کے
ڈالنے سے پیدا ہوتی ہیں. کیونکہ اگر نبض ایسی لہروں سے مشابہ

ہوگی تو ایک قسم کی نبض ذنب الفار ہوگی +

(۳) نبض دودی (دود یعنی کیڑے کی رفتار والی نبض) "نبض موجی" سے مشابہ ہوتی ہے، (اور اس کے اجزاء بلندی اور پستی اور تقدم و تاخر میں مختلف ہوتے ہیں) لیکن ان میں باہمی فرق یہ ہے کہ نبض دودی بہت ہی صغیر اور بہت ہی متواتر ہوتی ہے، حتی کہ اس کی شدت تواتر سے سرعت کا دھوکا ہوتا ہے، حالانکہ یہ سریع نہیں ہوتی ہے۔ (شیخ) +

شدت تواتر سے سرعت کا دھوکا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ سکون کا زمانہ جس قدر کم ہوا کرتا ہے، اسی قدر نبضات یعنی شریان کی ضرب انگلیوں میں جلد جلد لگتی ہے، اس لئے دھوکا ہو جاتا ہے، کہ شاید نبض کی حرکت کا زمانہ بھی تھوڑا ہی ہے؛ حالانکہ نبض دودی غایت ضعف کے وقت نمودار ہوتی ہے؛ اور ضعف کی حالت میں نبض کے اندر سرعت کسی طرح نہیں ہو سکتی؛ بلکہ سرعت ہمیشہ اسی وقت ہو سکتی ہے، جبکہ قلبی قوت اچھی ہو +

گیلانی کہتے ہیں کہ "نبض دودی کو اس کیڑے سے تشبیہ دی گئی ہے، جس کی ٹانگیں بکثرت ہوتی ہیں اور جس کو **دَخَّالَةُ الاُذُن** (کان میں گھسنے والا) کہتے ہیں" (اس کیڑے کا ہندی نام "کن سلائی" ہے) +

(۴) نبض نملی (نمل = چیونٹی) نبض نملی، "نبض دودی" سے بھی زیادہ صغیر اور متواتر ہوتی ہے +

نبض دودی اور نملی کے اندر عرض میں اتنا اختلاف نمودار نہیں ہوتا ہے، جتنا کہ بلندی (اور پستی) میں، اور تقدم و تاخر میں ہوا کرتا ہے؛ بلکہ عرض کا اختلاف تو ان دونوں میں تقریبًا ناپید ہی سا ہوتا ہے۔ (شیخ) +

(۵) نبض منشاری (منشار = آرہ) نبض منشاری اس لحاظ سے نبض موجی سے مشابہ ہے کہ اس میں بھی (موجی کی طرح) شریان

کے اجزاء بلندی اور چوڑائی میں (بلندی اور پستی میں اور چوڑائی اور تنگی میں)
نیز تقدّم و تأخر میں مختلف ہوا کرتے ہیں۔ لیکن (ان دونوں میں باہمی
اختلاف اس قدر ہے کہ) نبض منشاری میں صلابت ہوتی ہے، اور باوجود
صلابت کے، اس کے اجزاء صلابت میں مختلف (کم و بیش) ہوتے ہیں +

الغرض "نبض منشاری" ایک ایسی نبض کا نام ہے، جو سریع، متواتر،
اور صلب ہوتی ہے، اس کے اجزاء انبساط کے عظم کے لحاظ سے مختلف ہوتے
ہیں (بعض اجزاء میں انبساط نسبتاً زیادہ ہوتا ہے، اور وہاں پر نبض زیادہ
پھولی ہوئی ہوتی ہے، اور بعض اجزاء میں انبساط کم ہوتا ہے، یعنی وہاں
صغر ہوتا ہے)؛ نیز اس کے اجزاء بلحاظ صلابت ولینت کے بھی مختلف ہوتے
ہیں (یعنی اس نبض میں بعض اجزاء سخت ہوتے ہیں اور بعض اجزاء نرم) +

چونکہ یہ نبض بعض اجزاء کے بلند اور بعض اجزاء کے
پست ہونے میں آرہ کے دندانوں سے مشابہ ہوتی ہے، لہذا
اس کا نام منشاری (آرہ کے دندانوں کے مانند) رکھا گیا ہے +

(۶) **نبض ذَنَبُ الفار** وہ نبض ہے جس میں اختلاف تدریجاً کمی سے
زیادتی کی طرف بڑھتا یا زیادتی سے کمی کی طرف گھٹتا ہے (خواہ یہ اختلاف
قوت و ضعف کے لحاظ سے ہو یا عظم و صغر کے لحاظ سے، یا سرعت و بطوء وغیرہ
کے لحاظ سے) +

پھر یہ اختلاف گاہے چند نبضات میں ہوتا ہے (جیسا کہ پچھلے بیانات
میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے، اور گاہے ایک ہی نبضہ کے متعدد اجزاء میں،
یا ایک ہی نبضہ کے ایک ہی جزء میں۔ شیخ +

چنانچہ مثلاً نبض کا جو حصہ سبابہ کے نیچے واقع ہے،
اس میں جس قدر عظم ہو، اس سے کم وسطیٰ کے نیچے ہو اور اس
سے کم بنصر کے نیچے، اور اس سے کم خنصر کے نیچے۔ یہ مثال تو
اس اختلاف کی ہے، جو ایک ہی نبضہ کے متعدد اجزاء
میں ہوتا ہے +

اور اگر یہ صورت ہو کہ نبض کا جو حصہ مثلاً سبابہ کے نیچے ہے، اس کا ابتدائی حصہ عظیم ہو، اور آخری حصہ کی طرف نبض بتدریج صغیر ہوتی چلی گئی ہو، تو یہ اُس اختلاف کی مثال بنیگی، جو ایک ہی نبضہ کے ایک ہی جزو کے اندر واقع ہو +

نبض ذنب الفار کے ساتھ جو اختلاف زیادہ خصوصیت رکھتا ہے، وہ عظم و صغر کے ساتھ وابستہ ہے، (جس میں نبض چوہے کی دُم کی طرح ایک طرف سے عظیم یا موٹی ہوتی ہے، اور دوسری طرف سے بتدریج صغیر یا باریک) +

اگرچہ نبض ذنب الفار کا سبب سُرعت و بطوء، اور قوت و ضعف کے لحاظ سے بھی ہوا کرتی ہے۔ شیخ +

یعنی اگر نبض میں ایک طرف مثلاً سُرعت ہو، اور دوسری طرف تدریجاً بطوء، یا اس کے برعکس، یا ایک طرف قوت ہو، اور دوسری طرف تدریجاً ضعف، یا اس کے برعکس، تو ایسی نبض کو بھی اصطلاحاً نبض ذنب الفار ہی کہا جاتا ہے، مگر ایسی صورت میں چوہے کی دُم کے ساتھ ویسی پکی مشابہت نہیں پائی جاتی ہے، جیسی کہ عظم و صغر کی صورت میں پائی جاتی ہے +

(۷) نبض مسلی (مِسلّہ یعنی تکلہ کے مانند)، وہ نبض ہے جو کمی کی کسی حد سے شروع ہو کر زیادتی کی کسی حد پر جا کر تمام ہو جاتی ہے؛ پھر وہاں سے اُسی ترتیب پر (یعنی زیادتی سے کمی کی طرف) لوٹ جاتی ہے، اور کمی کی پہلی حد تک پہونچ جاتی ہے۔ گویا چوہے کی دو "دُمیں" ہیں جو موٹے سرے کے پاس ایک دوسرے سے مل گئی ہیں +

مثلاً ایک نبض اس قسم کی ہو کہ سبابہ کی ابتداء سے وسطیٰ کے آخری حصے تک کمی سے زیادتی کی طرف جائے، یعنی باریکی سے موٹائی کی طرف بڑھے؛ پھر وسطیٰ کے اسی مقام سے خنصر کے آخری حصے تک موٹائی سے باریکی کی طرف لوٹ جائے +

یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کی نبض بیچ سے موٹی ہوتی ہے،

اور سروں پر باریک، جو تکلہ کی شکل ہے۔ چنانچہ اگر چوبے کی دو دُموں کو ان کے موٹے سروں کے پاس جوڑ دیا جائے، تو تکلہ کی یہی شکل پیدا ہو جائیگی۔ ایسی نبض کو "مائل الوسط" اور "مُنجد" کہتے ہیں +

نبض مائل الوسط کا خاکہ
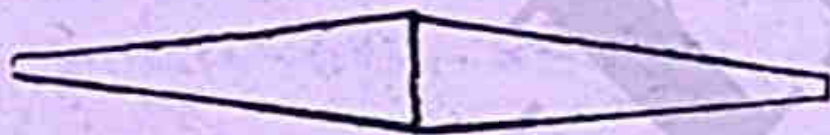
اور اگر اس کے برعکس نبض درمیان سے باریک اور سروں پر دبیز ہو، تو اسے "نبض عمیق" "مُنحنی" اور "مائل الطرفین" کہتے ہیں +

نبض مائل الطرفین کا خاکہ
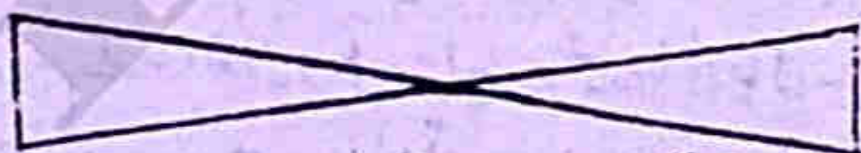
(۸) **نبض ذوالقرعتین** (دو ٹھوکر والی نبض): (اسی کو نبض مطرقی اور مُنقطع بھی کہا جاتا ہے) اس کے بارے میں اطباء کا باہم اختلاف ہے:

بعض اطباء، تو اسے ایک نبضہ قرار دیتے ہیں، جس میں تقدم و تاخر کے لحاظ سے اختلاف ہوتا ہے، (یعنی نبضہ تو ایک ہی ہے، مگر اس کے بعض اجزاء پہلے حرکت کرتے ہیں، اور بعض پیچھے)۔ اور بعض اطباء اسے دو نبضہ قرار دیتے ہیں، جو ایک دوسرے کے ساتھ لگے ہوئے (پیاپے) وارد ہوتے ہیں +

خلاصہ یہ ہے کہ (اس نبض کے اندر) دونوں نبضات کے درمیان میں جو زمانہ ہوتا ہے اس میں اتنی گنجائش نہیں ہوتی ہے کہ حرکت انقباضی واقع ہو، اور پھر اس کے بعد حرکت انبساطی نمودار ہو۔ شیخ +

شیخ کے اس قول کا مدعا یہ ہے کہ نبض ذوالقرعتین میں

New Delhi

جس کو نبض مستداخل بھی کہا جاتا ہے، اگرچہ دو ٹھوکریں محسوس ہوتی ہیں مگر یہ دو ٹھوکریں دراصل دو نبضات نہیں ہیں، کیونکہ دونوں ٹھوکروں کے درمیان میں جو زمانہ ہوتا ہے، وہ اتنا تھوڑا ہوتا ہے، کہ اتنی تھوڑی مدت میں حرکت انقباضی اور حرکت انقباضی کے بعد حرکت انبساطی واقع نہیں ہوسکتی۔ حالانکہ دو نبضات کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک ٹھوکر کے ختم ہونے کے بعد شریان میں انقباض واقع ہو، اور اس کے بعد دوسرا انبساط نمودار ہو اور ان دونوں متضاد حرکات کے درمیان (انقباض وانبساط کے درمیان) ایک سکون ہو۔ بلکہ یہاں اتنا تھوڑا زمانہ ہوتا ہے کہ اس میں محض دو قرعات پیدا ہوجاتے ہیں اور بس۔ (خلاصہ قول آملی وگیلانی) +

اس کے بعد شیخ ان کے استدلال کی مزید تردید اس طرح کرتے ہیں کہ: اگر دو نبضات کے لئے محض یہی کافی ہے کہ دو ٹھوکروں کا احساس ہو، تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ نبض منقطع عائد میں بھی دو نبضات ہوں، کیونکہ اس میں حرکت انبساطی درمیان میں کٹ جاتی ہے، اور پھر خفیف وقفہ دیگر نمودار ہوتی ہے؛ الغرض انقطاع انبساط کی وجہ سے یقیناً دو قرعے محسوس ہوا کرتے ہیں۔ حالانکہ اس پر سارے اطبا متفق ہیں کہ اس میں نبضہ ایک ہی ہوتا ہے، چنانچہ شیخ فرماتے ہیں:

اور یہ کوئی ضروری امر نہیں ہے کہ جب کبھی قرعات دو محسوس ہوں، تو نبضات بھی دو ہی ہوں۔ ورنہ جس نبض کا انبساط بیچ میں سے کٹ جاتا، اور کٹنے کے بعد پھر اعادہ کرتا ہے (جسکو "**نبض منقطع**" کہا جاتا ہے) اس کے اندر دو نبضات ماننے پڑیں گے (حالانکہ سب لوگ اسے ایک ہی نبضہ قرار دیتے ہیں) +

ہاں دو نبضات اسی وقت شمار کئے جاسکتے ہیں۔ جبکہ پہلے ایک انبساط ہو، اس کے بعد انقباضی حرکت کے ساتھ وہ گہرائی کی طرف لوٹے، اور اس کے بعد پھر اس میں دوسرا انبساط لاحق ہو +

بعض لوگ کہتے ہیں کہ "اس بارہ میں محض لفظی نزاع ہے، کیونکہ اگر نبضہ کے لئے یہ ضروری ہو کہ اس کا انبساط کامل ہو، تو اس نبض میں دو نبضے نہ ہونگے، کیونکہ دو پورے انبساط نہیں ہوتے ہیں۔ اور اگر اس میں انبساط کے کامل ہونے کی شرط نہ لگائیں، تو یہ دو نبضے ہونگے" +

جالینوس کا قول کتاب "نبض کبیر" میں ہے:-

"اس مسئلہ کے اختلاف کا مدار اس امر پر ہے کہ آیا انقباض محسوس ہوتا ہے، یا نہیں چنانچہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ انقباض محسوس نہیں ہوا کرتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ دو نبضات ہیں، اس لئے کہ نبضہ ان کے نزدیک دو چیزوں سے مرکب ہے: ایک ٹھوکر اور ایک سکون سے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ پہلی ٹھوکر کے بعد نبض مطرقی میں ایک خفیف سا سکون لازمی طور پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے بعد ایک نمایاں ٹھوکر لگتی ہے، اور جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ انقباض محسوس ہوا کرتا ہے، وہ اسے ایک نبضہ قرار دیتے ہیں" +

پھر بتایا ہے کہ نبض مطرقی میں دو ٹھوکریں اس طرح لگتی ہیں، جس طرح سندان (اہرن) پر ہتھوڑی کے مارنے سے ایک دوسری ٹھوکر خود بخود لگا کرتی ہے، حالانکہ مارنے والے کا ارادہ اس میں دخیل نہیں ہوتا ہے +

(۹-۱۰) ذوالفترہ اور واقع فی الوسط جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے

پہلی نبض ضعیف اور متفاوت ہوتی ہے، اور دوسری قوی اور متواتر۔ نبض ذوالفترہ میں چونکہ قوت ضعیف ہوتی ہے، اسلئے سکون کے ساتھ دوسرا سکون اور بھی مل جاتا ہے، اس وجہ سے جب حرکت کی توقع ہوتی ہے، تو وہاں سکون ہوتا ہے۔ اور واقع فی الوسط میں اس کے برعکس چونکہ قوت قوی ہوتی ہے، اس لئے جب سکون کی توقع ہوتی ہے۔ تو وہاں قبل از وقت حرکت نمودار ہو جاتی ہے +

واقع فی الوسط اور غزالی کا فرق

نبض واقع فی الوسط اور نبض غزالی میں فرق یہ ہے کہ نبض غزالی میں دوسرا قرعہ پہلے قرعہ کے ختم ہونے سے پہلے واقع ہوتا ہے، اور واقع فی الوسط میں دوسری حرکت کا قرعہ جو واقع ہوتا ہے، وہ سکون کے زمانہ میں اور پہلے قرعہ کے ختم ہونے کے بعد لاحق ہوا کرتا ہے۔ (شیخ) +

اس بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ نبض غزالی میں ایک ہی انبساط کے اجزاء بلحاظ سرعت وبطوء کے مختلف ہوتے ہیں۔ یعنی ایک ہی انبساط کا پہلا حصہ بطی ہوتا ہے، اور اس کے بعد قبل اس کے کہ وہ پورے طور پر ختم ہولے اسی انبساط کا دوسرا حصہ سریع ہوجاتا ہے۔ الغرض اس نبض میں ایک ہی انبساط کے دو اجزاء بلحاظ سرعت وبطوء کے مختلف ہوتے ہیں۔ برعکس اس کے نبض واقع فی الوسط میں دو ٹھوکریں اس قسم کی ہوتی ہیں کہ دوسری ٹھوکر پہلی ٹھوکر کے پورے طور پر ختم ہونے کے بعد سکون کے زمانہ میں لاحق ہوتی ہے، جبکہ پہلی حرکت پورے طور پر تمام ہوچکی ہوتی ہو (گیلانی)

(۱۱-۱۲-۱۳) انہی اقسام میں سے (یعنی نبض کی ان مرکب اقسام میں سے، جن کے مخصوص نام مقرر ہیں) **نبض مُتَشَنِّج** (جھٹکے دار)، **نبض مُرتَعِش** (کانپنے والی نبض) اور **نبض مُلتَوِی** (بل کھانے والی نبض) ہیں۔ نبض ملتوی اس ڈورے کے مانند ہوتی ہے جو بل کھارہا ہو اور بٹا جارہا ہو۔ (شیخ) +

"نبض متشنج" کو تشنجی حرکات سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یعنی اس نبض میں تشنجی حرکات کی طرح بار بار جھٹکے سے محسوس ہوتے ہیں۔ اور "نبض مرتعش" کو ارتعاشی حرکات سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یعنی اس نبض میں ایک قسم کی کپکپی سی محسوس ہوتی ہے +

نبض کی ان تینوں قسموں میں تقدم وتاخر کا اختلاف، وضع کا اختلاف اور عرض کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ (شیخ) +

یعنی ان میں بعض اجزاء پہلے حرکت کرتے ہیں، اور بعض

پیچھے، بعض اجزاء بلحاظ وضع کے بلند ہوتے ہیں، اور بعض پست،
وعلیٰ ہذا اختلاف وضع کی اور بہت سی صورتیں نکل سکتی ہیں، اسی
طرح بلحاظ عرض کے بعض اجزاء چوڑے ہوتے ہیں، اور بعض تنگ۔

(۱۴) **نبض مُتَوَتِّر** یہ نبض ملتوی کے اقسام میں سے ایک قسم ہے، جو نبض مُرتَعِد (نبض مُرتَعِش) کے مشابہ ہوتی ہے (یعنی نبض مُتَوَتِّر انگلیوں کے نیچے اس ڈورے کے مانند محسوس ہوتی ہے جسے ایک طرف سے کھینچ لیا جائے، اور ڈورا اس کھنچاوٹ سے کھنچکر تن جائے)۔ لیکن فرق اس قدر ہے کہ نبض مُتَوَتِّر میں (بمقابلہ ملتوی کے) حرکت انبساطی ذرا کم نمایاں ہوتی ہے، اسی طرح نبض ملتوی میں بلندی وپستی کے لحاظ سے وضع کی ناہمواری اگر زیادہ نمایاں ہوتی ہے، تو نبض مُتَوَتِّر میں وضع کی ناہمواری مقابلۃً کم نمایاں ہوتی ہے۔ رہا تناؤ یا کھنچاوٹ تو وہ نبض مُتَوَتِّر میں واضح اور نمایاں ہوتی ہے (اسی وجہ سے اسکا نام مُتَوَتِّر رکھا گیا ہے، (تَوَتُّر: تن جانا) +
نبض متوتر میں (تناؤ یا کھنچاؤ کا) میلان گاہے محض ایک ہی جانب ہوتا ہے (اور گاہے دونوں جانب)۔ (شیخ) +

خلاصہ یہ ہے کہ چاروں انگلیاں جب نبض پر رکھی جاتی ہیں، تو نبض کے مُتَوَتِّر ہونے کی صورت میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شریان ایک طرف سے، یا دونوں طرف سے کھنچ رہی ہے، جس طرح کسی ڈورے کو پکڑ کر ایک طرف سے کھینچ لیا جائے، جس سے وہ تن جائے +

مُتَوَتِّر اور مُلتوی جیسی نبضیں اور جو نبض ایک طرف سے کھنچ جایا کرتی ہے (جو دراصل متوتر کی ایک قسم ہے) محض امراض یابسہ میں لاحق ہوا کرتی ہیں، کیونکہ یبوست سے اسی قسم کی چیزیں پیدا ہوسکتی ہیں) +

نبض مرکب کی اور بھی تقریباً غیر محدود قسمیں ہیں، جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا، اور نہ ان کے لئے نام مقرر ہیں۔ (شیخ) +

طبعی نبض کون سی ہے؟

نبض کی اجناس مذکورہ (اجناس عشرہ) میں سے جن جنسوں میں کمی وزیادتی کے لحاظ سے اختلاف نکل سکتا ہے (اور وہ محض سات جنسیں ہیں) ان جنسوں میں طبعی نبض وہی ہوگی۔ جو ان میں معتدل ہوگی۔ اس حکم سے محض نبض قوی مستثنیٰ ہے، کیونکہ اس لحاظ سے طبعی نبض وہی ہوگی، جس میں قوت زائد ہو (نہ کہ ضعف وقوت کے لحاظ سے جو معتدل ہو)۔ (شیخ)

اجناس عشرہ میں سے صرف تین جنسوں میں زیادتی وکمی کے لحاظ سے بیچ کا درجہ نہیں نکل سکتا ہے: جنسِ استوار واختلاف، جنسِ نظام وعدم نظام، اور جنسِ وزن۔ باقی سات جنسوں میں بیچ کا درجہ، یعنی درجۂ اعتدال نکل سکتا ہے۔ چنانچہ ان ساتوں جنسوں میں نبض معتدل ہی "طبعی" کہلائیگی۔ ہاں جنس قرع کے لحاظ سے قوت وضعف کے درمیان میں جو بیچ کا درجہ نکلتا ہے اسے نبض طبعی نہیں کہا جا سکتا، بلکہ نبض میں قوت جس قدر زیادہ ہوگی، اُسی کو طبعی کہا جائیگا +

مگر جالینوس اس بارے میں اختلاف رائے رکھتا ہے، وہ اس جنس کے اعتبار سے بھی درمیانی حالت کو "طبعی نبض" شمار کرتا ہے، چنانچہ غصہ، شدت درد، اور بخار وغیرہ کی حالت میں نبض یقیناً بہت زیادہ قوی ہو جایا کرتی ہے، اور یہ سب غیر طبعی صورتیں ہیں۔ اس لئے ایسی نبض کو طبعی کسی طرح نہیں کہا جا سکتا +

اگرچہ علامہ گیلانی نے اس کا جواب اس طرح دیا ہے کہ "یہ باتیں عوارض کے قبیلے سے ہیں، جن سے قطع نظر کرنی چاہیے"! حالانکہ یہ جواب قابل غور ہے +

اور اگر ان ساتوں اصناف میں سے بعض قسمیں ایسی ہوں کہ اُن میں

زیادتی قوت کی زیادتی کی وجہ سے آیا کرتی ہو، مثلاً نبض عظیم، (جس میں عظم محض قوت ہی کی زیادتی سے ممکن ہے) تو وہ بھی قوی ہونے کی وجہ سے "طبعی" کہلائے گی (نہ کہ زیادتی کی وجہ سے اسے غیر طبعی کہا جائیگا، جیسا کہ مذکورہ بالا بیان کا مفہوم تھا) +

رہیں اجناس (عشرہ) میں سے وہ جنسیں، جن میں زیادتی اور کمی کا احتمال ہو ہی نہیں سکتا اور اس لئے ان میں بیچ کا درجہ نکل ہی نہیں سکتا) ان جنسوں میں طبعی نبضیں یہ تینوں ہیں: مستوی، منتظم، اور جید الوزن۔ (شیخ) +

جنس استوار و اختلاف میں ظاہر ہے کہ نبض مستوی ہی طبعی کہلا سکتی ہے، اسی طرح جنس وزن میں بمقابلہ ردی الوزن کے جید الوزن ہی طبعی کہلا سکتی ہے۔ مگر نبض منتظم کے طبعی ہونے پر یہ اعتراض ہے، کہ جب یہ نبض مختلف کی ایک قسم ہے تو اسے طبعی کیسے کہا جا سکتا ہے؟ مگر اس کا جواب شارحین نے یہ دیا ہے کہ "طبعی" سے مراد یہ ہے کہ اس جنس میں اس سے بہتر دوسری نبض نہ ہو، اور یہ ظاہر ہے کہ جنس نظام میں اگر مقابلۃً دیکھا جائے تو نبض غیر منتظم سے بہتر نبض منتظم ہوگی، کیونکہ اختلاف پیدا کرنیوالا سبب نبض غیر منتظم میں زیادہ قوی ہوتا ہے +

مذکورہ اقسام نبض کا اسباب

نبض کے اسباب دو قسم کے ہیں:۔

(۱) بعض اسباب تو ایسے عام، ضروری اور ذاتی ہیں، جو تقویم نبض میں (نبض کے بنانے میں) داخل ہیں، (یعنی یہ اسباب وہ ہیں کہ کوئی نبض ان سے جدا نہیں ہو سکتی۔ اور نہ کوئی نبض ان کے بدون پیدا ہو سکتی ہے)۔ ایسے اسباب کو نبض کے لئے اسباب ماسکہ کہا جاتا ہے (کیونکہ یہ اسباب نبض کے وجود کو روکے تھامے رہتے ہیں۔ "امساک" روکنا، تھامنا) +

(۲) بعض اسباب ان کے برعکس وہ ہیں، جو تقویم نبض میں (نبض کے بنانے میں) داخل نہیں ہیں (بلکہ یہ اسباب وہ ہیں، جو نبض میں تغیرات کے موجب ہوتے ہیں) ان کو اسباب غیر مُقوِّمَہ کہا جاتا ہے +

پھر ان اسباب (غیر مقومہ) کی دو قسمیں ہیں: (۱) بعض اسباب تو ایسے لازم اور ضروری ہیں، جو اپنے تغیرات سے نبض کے احکام میں تغیرات پیدا کر دیا کرتے ہیں، ان کو اسباب لازمہ کہا جاتا ہے +

(۲) بعض اسباب ایسے لازم و ضروری نہیں ہیں۔ ان کو بلا قید، محض اسباب مُغَیِّرَہ کہا جاتا ہے +

اسباب لازمہ کی مثال ستہ ضروریہ، مثلاً کھانا، پینا، ہوا، حرکت بدنی و نفسانی، نیند و بیداری وغیرہ۔ اور مشاغل وہ چیزیں جو زندگی سے وابستہ ہیں، مثلاً حمام، غسل، ریاضت وغیرہ اور اسباب مُغیرہ کی مثال امراض اور غیر طبعی کیفیات ہیں +

نبض کے اسباب ماسکہ تین ہیں:-

(۱) قلب کی قوت حیوانیہ، جو تحریک نبض کی باعث ہے۔ اس کا علم تمھیں ہو چکا ہے +

(۲) آلۂ نبض، یعنی تڑپنے والی رگ (جس کو شریان کہا جاتا ہے) +

(۳) حاجت تطفئہ (بدنی حرارت کو بجھانے، یعنی کم کرنے کی ضرورت۔ نیز علاوہ حاجت تطفئہ کے تمام وہ حاجتیں، جو حرکت قلب اور تحریک شرائین سے وابستہ ہیں)۔ یہی تیسری چیز ہے، جو تطفئہ و تعدیل کا ایک اندازہ مقرر کرتی ہے، اور یہ اندازہ حرارت کے اندازہ کے مطابق ہوتا ہے، یا حرارت میں اشتعال ہے، یا وہ بجھی ہوئی ہے (اعتدال سے کم ہے) یا وہ اوسط درجہ پر ہے +

یہ جاننا چاہیے کہ ان تینوں کے افعال میں اُس وقت تک کوئی تغیر اور تبدیلی واقع نہیں ہوتی، جب تک ان کے ساتھ "اسباب لازمہ" میں سے یا "اسباب مُغیرہ مطلقہ" میں سے کوئی سبب ان کے ساتھ شریک نہ ہو جائے۔

یعنی مذکورہ بالا تینوں اسباب ماسکہ اُس وقت تک اپنی طبعی رفتار پر جاری رہتے ہیں، جب تک ان کے ساتھ اسباب مغیرہ میں سے کوئی سبب مغیر شریک ہو کر ان میں کسی قسم کا تغیر نہ پیدا کر دے، خواہ یہ اسباب مغیرہ لازمہ کے قبیلے سے ہوں، یا غیر لازمہ کے قبیلے سے، جنکو "بلاقید مُغیرّہ" کہا جاتا ہے +

اسباب ماسکہ کے احکام و آثار

اس بیان میں نبض کے اسباب ماسکہ ذاتیہ کے احکام بتائے گئے ہیں۔ رہے اسباب لازمہ اور مغیرہ کے احکام، ان کا ذکر دوسرے بیانات میں آنے والا ہے +

نبض عظیم کے اسباب جب آلہ نبض نرم ہونے کی وجہ سے (پھیلنے سکڑنے کیلئے) تابع فرمان ہوتا ہے۔ قوت قلب قوی ہوتی ہے، اور حاجت تطفیہ و تعدیل شدید ہوتی ہے، تو ایسی حالت میں نبض عظیم ہو جاتی ہے +

ان تینوں اسباب میں سے عظم نبض کے لئے سب سے زیادہ اہمیت حاجت کو ہے +

کیونکہ اگر حاجت شدید نہ ہو، تو خواہ قوت قوی ہو، اور آلہ نبض نرم ہو، طبیعت، جو کہ نبض کے لئے حقیقی علت و سبب ہے، ہرگز تعظیم نبض کی طرف متوجہ نہ ہو گی، اور جب حاجت شدید ہوتی ہے، تو طبیعت بہ امداد قوت و آلہ تعظیم نبض کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ الغرض نبض کی حقیقی باعث اور فاعل قوت یا آلہ نہیں ہے، بلکہ طبیعت ہے، اور طبیعت کو اس طرف متوجہ کرنیوالی چیز حاجت ہے، اس لئے تعظیم نبض میں سب سے زیادہ اہمیت اسی کو حاصل ہوئی۔ گیلانی +

لیکن اگر قوت ضعیف ہوتی ہے، تو نبض لازمی طور پر صغیر ہو جاتی ہے۔ اور اگر باوجود ضعف قوت کے آلہ سخت ہوتا ہے، اور

حاجت قلیل ہوتی ہے، تو نبض اور بھی زیادہ صغیر ہو جاتی ہے +

آلہ کی صلابت بھی اگرچہ نبض میں صغر پیدا کر دیتی ہے، لیکن اس صغر میں جو صلابت آلہ کی وجہ سے اور اس صغر میں جو ضعف قوت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے یہ فرق ہے کہ صلابت کی صورت میں نبض سخت ہوا کرتی ہے، اور ضعیف نہیں ہوتی، اور نہ بہت زیادہ قصیر اور دبی ہوئی ہوتی ہے، جیسا کہ ضعف قوت کے وقت ہوا کرتا ہے۔ (شیخ)

یعنی ضعف قوت کے وقت نبض صغیر میں سختی نہیں ہوتی، ضعف ہوتا ہے، اور نسبتہً زیادہ قصیر اور منخفض ہوتی ہے +

علی ہذا قلت حاجت کی وجہ سے (جبکہ قوت اور آلہ اعتدالی حالت پر ہوں) نبض میں صغر پیدا ہوا کرتا ہے؛ لیکن ایسی صورت میں نبض کے اندر ضعف نہیں ہوتا ہے +

لیکن ان تینوں چیزوں میں سے جتنا اثر صغر پیدا کرنے میں ضعف کو حاصل ہے، اُتنا کسی کو حاصل نہیں ہے +

جب شریان میں صلابت ہو، اور اس کے ساتھ قوت بھی قوی ہو، تو اس حالت میں نبض کے اندر جو صغر پیدا ہوگا، وہ اس صغر سے زیادہ ہوگا، جو کہ قلت حاجت کے ساتھ قوت کے ہونے کی صورت میں پیدا ہوگا؛ کیونکہ قلبی قوت جب قوی ہو جاتی ہے، تو باوجود کمی حاجت کے تحریک نبض میں (شریان کے پھیلانے میں) اعتدال سے بہت زیادہ کمی نہیں کیا کرتی ہے (بمقابلہ اعتدالی حالت کے بہت زیادہ کوتاہی نہیں کرتی ہے)، اس لئے کہ اس وقت کوئی ایسی چیز تو ہوتی نہیں جو شریان کو پھیلانے سے روک دے، (اس کے برعکس جب صلابت موجود ہوتی ہے، تو وہ شریان کو پھیلانے سے باز رکھتی ہے)۔ ہاں البتہ ایسی صورت میں بلا ضرورت تحریک نبض میں بہت زیادہ افراط سے بھی کام نہیں لیتی ہے +

لیکن جب حاجت شدید ہوتی ہے، توت قوی ہوتی ہے، اور آلہ یعنی شریان اپنی صلابت کی وجہ سے عظیم ہونے کے قابل نہیں ہوتی، تو

اس صورت میں نبض چار و ناچار "سریع" ہو جاتی ہے، تاکہ عظم کی کمی و نقدان کا تدارک سُرعت کے ذریعہ ہو جائے +

لیکن جب قوت ضعیف ہوتی ہے، تو نہ نبض میں عظم ہی پیدا ہو سکتا ہے، اور نہ سُرعت ہی، ایسی صورت میں اسے چار و ناچار "متواتر" ہونا پڑتا ہے تاکہ عظم اور سُرعت کے نقدان کا تدارک تواتر کے ذریعے ہو جائے۔ اور ایک بھرپور اور بڑی باری (نبضہ عظیمہ کافیہ) کے قائم مقام، یا دو تیز رفتار باریوں (نبضات سریعہ) کے قائم مقام چند باریاں ہو جائیں؛ (جو نہ بھرپور ہوں اور نہ تیز رفتار ہوں، بلکہ انکے درمیان وقفے کم ہوں، جو تواتر کے معنے ہیں) +

یعنی جب قوت ضعیف ہوا کرتی ہے، تو نہ نبض میں عظم اور چال میں سُرعت پیدا کرنے سے عاجز ہوتی ہے، ایسی صورت میں نبض متواتر ہو جاتی ہے، یعنی قرعات کے درمیان سکون کے زمانہ کو کم کر دیتی ہے، تاکہ متعدد قرعات ایک بڑی ٹھوکر کے قائم مقام ہو سکیں؛ یا دو تیز ٹھوکروں کے قائم مقام چند ٹھوکریں ہو سکیں؛ کیونکہ جب قوت ناکافی ہے، اور وہ نبض کی حرکت میں تیزی نہیں پیدا کر سکتی، درانحالیکہ کام کسی نہ کسی طرح پورا کرنا ہے، تو طبیعت پہلے جتنا وقفہ کیا کرتی تھی، اب مجبوراً وقفہ چھوڑ دیگی، تاکہ تیزی کے کھو جانے سے کام میں جو کمی آئی ہے، اسکا کسی حد تک وقفہ کم کرنے سے تدارک ہو جائے +

ضعف اور مجبوری کی یہ صورت اُس شخص کی حالت کے مانند ہے، جسے کوئی بھاری بوجھ لیجانا ہے۔ چنانچہ اگر وہ سارے بوجھ کے ایک ہی مرتبہ اٹھا کر لے جانے پر قادر ہوتا ہے، تو وہ اسی طرح کرتا ہے، (اور سارے بوجھ کو ایک ہی مرتبہ اُٹھا کر بلا خیال عجلت لے جاتا ہے)؛ ورنہ وہ اس بوجھ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتا اور منزل مقصود تک پہونچانے میں عجلت کرتا ہے (تاکہ قریب قریب اُسی وقت میں وہ دو کھیپ ڈھو سکے، جتنے وقت میں وہ اطمینان کے ساتھ ایک بھاری کھیپ لیجاتا)؛ اور اگر وہ ناتوانی سے اس پر بھی قادر نہیں

ہوتا، تو وہ اس بوجھ کو متعدد حصّوں میں تقسیم کر دیتا ہے، اور ہر کھیپ کو اپنی قدرت کے مطابق سُستی کے ساتھ یا چُستی کے ساتھ ڈھوتا ہے۔ اور ہر دو کھیپ کے درمیانی زمانے میں زیادہ وقفہ نہیں کرتا ہے، خواہ اس کی نقل و حرکت کی چال (ضعف کی وجہ سے) سُست ہی کیوں نہ ہو۔ ہاں اگر اس کی ناتوانی غایت درجہ کو پہونچ چکی ہو، تو وہ غریب زیادہ وقفہ کرنے پر بھی مجبور ہوگا، بوجھ بھی بڑی کاوش سے ڈھوئیگا، اور اس کی یہ ایسی بھی بعجلت نہ ہو سکے گی +

جب قوت قوی ہوتی ہے، اور آلہ (اپنی نرمی کی وجہ سے) تابع فرمان ہوتا ہے، اور حاجت معمولی شدید ہونے کی بجائے بہت زیادہ شدید ہوتی ہے، تو عظم کے ساتھ قلبی قوت سُرعت کا بھی اضافہ کر دیتی ہے (یعنی ایسی صورت میں نبض کے اندر باوجود عظم کے سُرعت بھی پیدا ہو جاتی ہے)۔ اور جب حاجت اس سے بھی شدید تر ہوتی ہے، تو عظم اور سُرعت کے علاوہ نبض میں تواتر بھی پیدا ہو جاتا ہے +

طول نبض کے اسباب (طول نبض کے اسباب دو قسم کے ہیں :- حقیقی اور غیر حقیقی یا کاذب) ۔۔

(۱) جو اسباب حقیقت میں طول پیدا کر سکتے ہیں، وہ اسباب بعینہ وہی ہیں، جو نبض میں عظم کے باعث ہوتے ہیں، بشرطیکہ جب کوئی بات اس قسم کی پیدا ہو جاتی ہے، جو نبض کو عریض اور بلند ہونے سے باز رکھتی ہے مثلاً شریان میں صلابت کا ہونا، جو نبض کو عریض ہونے نہیں دیتا، اور مثلاً گوشت اور جلد کا کثیف ہونا، جو نبض کو بلند ہونے سے باز رکھتا ہے (شیخ) +

خلاصہ یہ ہے کہ جب حاجت تر دیج شدید ہوتی ہے، قلبی قوت قوی ہوتی ہے، اور شریان نرم ہوتی ہے، تو نبض عظیم ہو جایا کرتی ہے، یعنی شریان کے تینوں اقطار بڑھ جاتے ہیں لیکن جب آلہ نرم نہ ہو، اور باقی ساری باتیں بدستور رہیں تو چونکہ نبض کی چوڑائی اور بلندی نہ بڑھ سکے گی، اس لئے اسکا

اثر طول پر پڑیگا، اور نبض پہلے سے زیادہ طویل ہوجائیگی؛ کیونکہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب کسی نالی میں پچکاری سے کوئی سیال زور سے بھرا جاتا ہے، تو وہ زیادہ دراز ہوجاتی اور پھیل جاتی ہے۔ پھر اگر کوئی امر مانع ہو، اور وہ نالی عرض میں نہ پھیل سکے، تو اس کا اثر لازماً اس کے طول پر پڑیگا، اور وہ پہلے سے زیادہ لمبی ہوجائیگی، جیساکہ ربڑ کے انابیب میں اس کا شاہدہ کیا جاسکتا ہے +

اور جو اسباب بالعرض (غیر حقیقی طور پر) طول میں اثر کرتے ہیں، تو ان کی ایک مثال لاغری ہے (لاغری کی وجہ سے شریان انگلیوں کے نیچے دور تک محسوس ہوا کرتی ہے. حقیقت میں لاغری کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو شریان کے طول میں اضافہ کردے) شیخ +

اسی بیان سے نبض قصیر اور نبض معتدل کے اسباب معلوم ہوسکتے ہیں. کیونکہ نبض قصیر نبض طویل کے مقابلہ میں ہے. اس لئے اس کے اسباب بھی نبض طویل کے اسباب کے مقابل ہونگے، مثلاً حاجتِ ترویح کی کمی، ضعف قلب، اور شریان کی صلابت. اور اسباب غیر حقیقیہ میں سے لاغری کے مقابلہ میں فربہی +

اس کے بعد یہ بھی ظاہر ہے کہ نبض معتدل اُسی وقت ہوگی، جبکہ نبض طویل وقصیر کے مذکورہ اسباب درمیانی حالت پر ہونگے +

عرض نبض کے اسباب نبض کا عرض بڑھانے میں دو باتیں مؤثر ہیں:

(۱) رگوں کا خالی ہونا (ان کے اندر خون کا کم بھرا ہونا) جس سے شریان کا بالائی طبقہ زیرین طبقے پر پڑ جاتا ہے، اور وہ چوڑی ہوجاتی ہے (بالائی طبقہ جب زیرین طبقے پر پڑجاتا ہے، تو شریان گول ہونے کی بجائے چپٹی اور چوڑی ہوجایا کرتی ہے، بشرطیکہ شریانوں کی قوت

انقباضیہ بھی کمزور ہو) +

(۲) شریان کا بہت زیادہ نرم ہونا جو عام طور پر اس وقت ہوتا ہے، جبکہ شریانوں کی قوت انقباضیہ بہت ہی زیادہ کمزور ہو جاتی ہو (شیخ) +

نبض ضیق کے اسباب نبض ضیق کی وجہ یہ ہے کہ شریان کے اندر خون کی مقدار کم ہوتی ہے۔ اور گاہے یہ نبض اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ شریان کسی وجہ سے لمبائی میں تن جاتی، اور اس کی چوڑائی کم ہو جاتی ہے، جیسا کہ بعض اوقات تشنج میں ہوتا ہے +

عریض اور ضیق کے درمیان معتدل نبض ظاہر ہے کہ اسی وقت ہوگی، جبکہ نبض عریض اور ضیق کے مذکورہ اسباب درمیانی حالت پر ہونگے۔ (از نیر اعظم) +

نبض مشرف کے اسباب نبض مُشرف کا سبب یہ ہوتا ہے کہ بدن میں حرارت زیادہ ہوتی ہے، اور قلب میں قوت کافی ہوتی ہے +

نبض منخفض کے اسباب نبض منخفض کا سبب کوئی نفسانی تاثر ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے خون اور روح کی حرکت اندرونی اعضاء کی طرف لازمی ہو جاتی ہے، اور قلبی تحریکات کے ضعیف ہونے کی وجہ سے یہ بیرونی شرائین کی طرف کم پہونچتے ہیں +

ظاہر ہے کہ مشرف اور منخفض کے درمیان **معتدل نبض** اسی وقت ہوگی جبکہ مُشرف اور منخفض کے مذکورہ اسباب درمیانی حالت پر ہونگے۔ (ماخوذ از نیر اعظم) +

متواتر اور متفاوت کے اسباب تواتر نبض کے اسباب دو ہیں: (۱) ضعف (قوت قلبی کی کمزوری)، یا (۲) حرارت کی زیادتی کی وجہ سے حاجت ترویح کی زیادتی +

تفاوت نبض کے اسباب متعدد ہیں: (۱) قوت کا اس قدر کافی ہونا کہ وہ نبض میں عظم پیدا کرکے حاجت ترویح کو پورا کردے (اور اطمینان و استراحت سے سکون و وقفہ سے کام کرے۔ یہی معنے تفاوت کے ہیں) +

(۲) برودت کا اس قدر شدید ہونا کہ وہ ترویح کی حاجت ہی

کو کم کر دے۔ (ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ نتفہ زیادہ ہوگا) (۳)۔ قوت کا بغایت نڈھال ہونا، اور موت کا قریب ہونا جس میں غایت ناتوانی کی وجہ سے ٹھہر ٹھہر کر حرکت کرنے پر قادر ہوتی ہے) +

نبض قوی کا سبب

نبض قوی کا سبب یہ ہوتا ہے کہ قلبی قوت قوی ہوتی ہے، اور چونکہ قلبی قوت ہی شریان کے لئے محرک ہے، لہٰذا جب محرک کی قوت کمال پر ہوتی ہے، تو اس سے نبض میں تحریک بھی پوری حاصل ہوگی +

نبض ضعیف کے اسباب

نبض قوی کے برعکس ضعف نبض کی حقیقی وجہ قلبی قوت کی کمزوری ہے، اور قلبی قوت علی العموم مندرجۂ ذیل امور سے ضعیف ہو جایا کرتی ہے:

(۱) فکر کی زیادتی (۲) بیداری کی زیادتی (۳) استفراغ (خواہ مواد فاسدہ خارج ہوں، خواہ مواد صالحہ) (۴) لاغری بدن (کیونکہ بدن اسی وقت لاغر ہوتا ہے، جبکہ تغذیہ کم ہو جاتا ہے، جس سے ارواح کم ہو جاتے اور قویٰ ضعیف ہو جاتے ہیں) (۵) اخلاط ردیہ (جو قوائے بدنیہ کو ضعیف کر دیتے ہیں) (۶) ریاضت کی کثرت (جو انجام کار قوت قلبیہ کو کمزور کر دیتی ہے) (۷) اخلاط کا حرکت و ہیجان میں آنا، اور شدید الحس اعضاء سے یا قلب کے آس پاس کے اعضاء سے ان کا ملاقی ہونا (۸) تمام وہ چیزیں جو محلل ہیں (جو تحلیل مواد کے ساتھ بدن اور ارواح کو تحلیل کر دیتی ہیں) (شیخ) +

صلابت نبض کے اسباب

نبض میں صلابت پیدا ہونے کے اسباب متعدد ہیں:-

(۱) جرم شریان کا خشک ہونا (جو ایک بدیہی بات ہے، جیسا کہ بعض امراض میں طبقات شریانیہ سخت ہو جاتے ہیں، اور ان کے اندر اجزائے ارضیہ جمع ہو جاتے ہیں) +

(۲) شریان میں تناؤ کا شدید ہونا (جیسا کہ بعض اوقات شریان کی قوت انقباضیہ شدید ہو جاتی، اور شریانیں منقبض ہو کر خوب تن جاتی ہیں اس لئے خون کا دباؤ سخت ہو جاتا ہے، اور نبض انگلیوں کے نیچے دبانے سے

بہ آسانی دبتی نہیں، بلکہ بہت ہی زیادہ سخت محسوس ہوتی ہے +

(۳) برودت مجمدہ کی شدت (کیونکہ حرارت سے اعضائے لیفیہ عضلیہ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں، اور برودت سے ان میں جمود و صلابت پیدا ہو جاتی ہے)

(۴) بعض اوقات بحرانوں میں طبیعت کی شدید جنگ و مجاہدہ کی وجہ سے اور اس وجہ سے نبض سخت ہو جایا کرتی ہے کہ بحران میں طبیعت جس طرف مادہ کو دفع کرنا چاہتی ہے، شدت جنگ کی وجہ سے اعضاء اس طرف کھنچ جاتے ہیں (اور اس تمدد اور تناوٹ سے شریان میں ایک قسم کی سختی آجاتی ہے) +

چنانچہ جب مثلاً بحران بذریعہ اسہال ہونے والا ہوتا ہے، تو اعضاء، اور اعضاء کے الیاف آنتوں کی طرف کھنچکر تن جاتے ہیں، اس لئے نبض میں صلابت آجاتی ہے، کیونکہ شریان کے الیاف بھی اس تناؤ میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ اس قول کی ترجمانی ہے، جو اطباء اس موقعہ پر پیش کیا کرتے ہیں +

آملی کہتے ہیں کہ بعض وقت بحرانوں میں نبض موجی ہو جاتی ہے، اور نبض موجی نرم ہوتی ہے، نہ کہ سخت، اس لئے کیسے کہا جاسکتا ہے کہ بحرانوں میں نبض صلب ہو جایا کرتی ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ بحران عرقی میں نبض موجی ہوا کرتی ہے، اور بحران اسہالی، بحران رعافی، اور قے کے بحران میں نبض کے اندر صلابت آجایا کرتی ہے +

نبض لین کے اسباب

نبض کی نرمی کے اسباب وہ ہیں، جو طبقات بدن میں رطوبت پیدا کرتے ہیں، (مرطبات طبعیہ) مثلاً غذاء، یا جو ہر اضرار رطوبت پیدا کرتے ہیں (مرطبات مرضیہ) مثلاً مرض استسقاء، اور لیثرغس (سرسام بلغمی) اسی طرح اس میں وہ اسباب بھی داخل ہیں، جن کو نہ طبعاً مرطب کہا جاسکتا ہے اور نہ مرضاً، مثلاً حمام کرنا، شیخ +

نرمی اور سختی کے لحاظ سے **نبض معتدل** اُس وقت ہوتی ہے، جبکہ نبض صلب اور نبض لین کے اسباب درمیانی حالت میں ہوتے ہیں +

نبض مختلف کے اسباب
نبض میں اگر قوت کے قوی ہونے کے بعد اختلاف ہو، تو اسکی وجہ مادہ کی گرانی ہوا کرتی ہے، خواہ وہ مادہ از قسم غذا ہو، یا از قسم خلط، اور اگر نبض کے اختلاف کے ساتھ قوت ضعیف ہو، تو اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ قوت اور مرض میں باہمی جنگ ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ جنگ کے وقت میں طبیعت باقاعدہ تحریک پر قادر نہیں رہتی ہے)۔

اختلاف نبض کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ رگیں خون سی (اور اُن چیزوں سے، جو خون کے اندر ملکر دورہ کرتی رہتی ہیں) بھری ہوئی ہوں (اس کثرت کی گرانی کی وجہ سے طبیعت باقاعدہ تحریک پر قادر نہیں رہتی ہے)۔ اس قسم کا اختلاف فصد سے زائل ہو جاتا ہے۔

اختلاف پیدا کرنے والے اسباب میں سے سخت مؤثر چیز یہ ہے کہ خون لیسدار ہو جائے، اور شریانوں کے اندر چلنے پھرنے والی روح کو نفوذ و جریان سے روک دے، علی الخصوص جبکہ یہ اجتماع و امتلاء قلب کے آس پاس ہو۔

اور ان اسباب میں سے جو تھوڑی ہی مدت میں (بہت جلد) نبض کے اندر اختلاف پیدا کر دیا کرتے ہیں: معدہ کا امتلاء، اور غم و فکر میں مبتلا ہونا ہے۔

لیکن جب معدے میں کوئی خلط فاسد ہوتی ہے، تو (جب تک یہ خلط رہتی ہے) نبض میں اختلاف برابر قائم رہتا ہے، اور گاہے اس سے نتیجۃً خفقان قلب پیدا ہو جاتا ہے، جس سے نبض بھی خفقانی[1] ہو جاتی ہے (شیخ)۔

نبض مختلف منتظم کے اسباب
نبض مختلف منتظم اُس وقت چلتی ہے، جبکہ نبض مختلف کے (مذکورہ) اسباب ضعیف ہوتے ہیں، یہ نبض زیادہ ردی نہیں ہوتی، البتہ نبض مستوی کی نسبت ضرور ردی ہوتی ہے۔

نبض مختلف غیر منتظم کے اسباب
نبض مختلف غیر منتظم کا سبب یا تو یہ ہوتا ہے کہ

---

[1] "نبض خفقانی" وہ نبض ہے جو عظم و صغر، سرعت و بطوء، تواتر و تفاوت میں کثیر الاختلاف ہوتی ہے۔

نبض مختلف کا سبب زیادہ قوی ہوتا ہے، یا اس کی اس قدر کثرت ہوتی ہے کہ اختلاف کے نظم کو درہم برہم کر دیتا ہے +

نبض مستوی کے اسباب

نبض کے مختلف ہونے کے جو اسباب ہیں، "نبض مستوی" کے اسباب اس کے خلاف ہوتے ہیں، الغرض نبض مستوی اُس وقت چلتی ہے، جبکہ طبیعت کا فعل ہمیشہ ایک ہی طریقے پر جاری رہے، نیز وہ اعتدال پر قائم رہے +

نبض منشاری کے اسباب

اس نبض کے اسباب بقول شیخ" تین ہیں:-

(۱) جوہر شریان میں ایسے مادہ کا انصباب ہو، جو لحاظ عفونت فجاجت، اور نضج کے مختلف ہو +

یعنی ایسا مادہ جو ہر شریان میں نفوذ کر جائے، جو کہیں پر متعفن ہو کہیں پر خام ہو، اور کہیں پر نضج یافتہ۔ مادہ کے ان اختلافات سے چونکہ شریان کے جوہر پر اثر پڑتا ہے، اس لئے شریان کہیں سے سخت ہو جائیگی، اور کہیں سے نرم، اور منشاریت کی صورت پیدا ہو جائیگی +

(۲) شرائین کے حالات صلابت و لینت کے لحاظ سے مختلف ہوں (یعنی شریان کے اجزا سختی اور نرمی کے لحاظ سے مختلف ہوں) +

(۳) اعضائے عصبانیہ (مثلاً سینہ اور پہلوؤں کی جھلی میں ورم ہو) +

علامہ گیلانی اور **آملی** وغیرہ اعضائے عصبانیہ کے ورم میں نبض کے منشاری ہونے کی کیفیت اس طرح بیان کرتے ہیں کہ شرائین کی جھلیوں یا ان کے طبقات میں دو قسم کے الیاف داخل ہیں:-

(۱) الیاف عصبیہ (۲) الیاف رباطیہ +

پھر ان الیاف عصبیہ و رباطیہ کا لگاؤ اور تعلق سینہ کی جھلیوں وغیرہ سے ہے، اس لئے جب مثلاً ذات الجنب کی صورت میں ان جھلیوں کے اندر ورم ہوتا ہے، تو ان کے الیاف میں

تمدد اور تناؤ لاحق ہوتا ہے، اور اس تناؤ اور کھنچاوٹ کا اثر
سینہ کی جھلیوں وغیرہ سے شرائین کے طبقات تک پہونچتا ہے،
یعنی طبقات شرائین کے وہ الیاف مختلف مقامات سے کھنچ
جاتے ہیں، جن کا تعلق سینہ کی جھلیوں کے الیاف سے ہوتا ہے؛
اس لئے شریانوں کے طبقات میں ان الیاف کے تمدد کے مطابق
پھیلنے اور سکڑنے کی قابلیت کم و بیش ہو جاتی ہے، چنانچہ جن
مقامات اور جن اجزاء میں کھنچاوٹ کا اثر ہوتا ہے، وہاں نبض
پست، صغیر، اور بطی ہوتی ہے، اور جو اجزاء اس کھنچاوٹ
سے محفوظ ہوتے ہیں، وہاں نبض بلند، عظیم، اور سریع ہوتی ہے +
یہ شارحین کے اقوال کی ترجمانی ہے، جو بہت حد تک مزید
غور کا محتاج ہے۔ چنانچہ صاحب "حواشی عراقیہ" نے اس سے
اختلاف ظاہر کیا ہے، اگرچہ انھوں نے منشاریت کی جو وجہ
اپنی طرف سے بیان کی ہے، وہ بھی اسی طرح توجہ کی محتاج ہے +
اسی طرح "مسیحی" شارح قانون کا قول ہے کہ شیخ نے
نبض کی منشاریت کے جو اسباب بتائے ہیں، یہ محض بے
معنے ہیں +

جالینوس نے "نبض کبیر" میں نبض کی منشاریت کی
جو صورت بتاتی ہے، وہ مذکورہ بالا تعلیل سے بالکل ملتی جلتی ہے،
اس لئے وہ اس بارے میں قول فیصل بننے کے قابل نہیں +
بالجملہ نبض منشاری ان امور پر دلالت کرتی ہے کہ قوت قوی ہے
ترویح کی حاجت شدید ہے، اور شریان نافرمان ہے، اور یہ بڑے
گرم ورموں، ذات الجنب، اور اورام حجب (پردوں کے ورم) میں چلا
کرتی ہے۔ (نیر اعظم) +

نبض ذوالقرعتین کے اسباب

نبض ذوالقرعتین (نبض منطرقی) کی وجہ یہ ہوتی ہے
کہ قوت بھی قوی ہوتی ہے، اور حاجت بھی شدید ہوتی

ہے، لیکن شریان میں چونکہ صلابت ہوتی ہے، اس لئے قوت جس تکلف کے ساتھ شریان کو پھیلانا چاہتی ہے، وہ اپنی صلابت کی وجہ سے یک لخت پورے طور پر پھیل نہیں سکتی (اس لئے ایک ٹھوکر اور لگاتی ہے، تاکہ پچھلی کی تدارک ہو جائے)، جس طرح اگر کوئی شخص کسی چیز کو (مثلاً کلہاڑی سے) ایک ہی ضرب سے کاٹنا چاہتا ہے، اور وہ کاٹ نہیں سکتا، تو وہ پہلی ناتمام ضرب کے بعد لگے ہاتھ دوسری ضرب لگاتا ہے۔ نبض مذکور کی یہ صورت علی الخصوص اُس وقت واقع ہوتی ہے، جبکہ (کسی وجہ سے) حاجت یک لخت شدید ہو جائے (اور طبیعت کو اس قدر مجبور کردے کہ وہ ایک ٹھوکر کی بجائے دو ٹھوکریں لگائے)۔ شیخ +

مگر بعض لوگوں نے کہا ہے کہ نبض مطرقی کی صورت میں قوت کمزور رہا کرتی ہے، اور طبقات شرائین ڈھیلے ہوتے ہیں، چنانچہ قلب کی پچکاری سے جو خون شریانوں میں روانہ ہوتا ہے، وہ شرائین کی لچک کی وجہ سے پھر واپس آنا چاہتا ہے، مگر شریان اعظم کی کواڑیوں کی وجہ سے وہ قلب تک واپس نہیں آنے پاتا، اس لئے خون میں ایک دوسرا جھٹکا لگتا ہے + اگر طبقات شرائین قوی ہوتے ہیں، تو اس دوسرے جھٹکے سے کم متاثر ہوتے ہیں، اور جب وہ ڈھیلے اور کمزور ہوتے ہیں، تو زیادہ متاثر ہوتے ہیں، حتی کہ نبض کی اصلی ٹھوکر کے بعد ایک دوسری ٹھوکر محسوس ہوا کرتی ہے، جو دراصل اسی جھٹکے کا نتیجہ ہوتی ہے +

نبض فاری کے اسباب

نبض ذنب الفار کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ چونکہ قوت ضعیف ہوتی ہے، اس لئے وہ سعی و کوشش کے بعد بتدریج آرام لیتی ہے؛ اور گاہے وہ آرام و استراحت کے بعد بتدریج اپنی کوشش کو بڑھاتی ہے۔ (شیخ) +

پہلی صورت میں نبض عظم سے شروع ہو کر صغر کی طرف

جائیگی، اور دوسری صورت میں صغر سے شروع ہو کر عظم کی طرف روانہ ہوگی. یعنی جب جد و جہد کے بعد بتدریج آرام کی طرف متوجہ ہوگی، تو ظاہر ہے کہ نبض عظیم سے بتدریج صغیر ہونی شروع ہوجائیگی؛ اور جب آرام و استراحت کے بعد بتدریج قوت بیدار ہوگی، تو نبض صغیر، جو قوت کی کمزوری اور ناتوانی سے پیدا ہوا کرتی ہے، بتدریج موٹی ہونی شروع ہو جائیگی +

عظم و صغر کے علاوہ جن جن چیزوں کے لحاظ سے نبض ذنب الفار ہو سکتی ہے، سب کو اسی مثال پر قیاس کیا جا سکتا ہے +

اور جو[1] نبض (ضعف قوت کے باوجود) ایک حالت پر قائم رہتی ہے (اور جس میں جد و جہد اور آرام و استراحت کے لحاظ سے قوت کی بیداری میں فرق نہیں آتا ہے) وہ ضعف کو زیادہ بتاتی ہے (کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قوت اتنی کمزور ہے کہ وہ جد و جہد کے لئے بیدار ہی نہیں ہو سکتی)، اسکے برعکس) نبض ذنب الفار اور اس کے مانند دوسری نبضیں (جو ضعف کی ایک حالت پر قائم نہیں رہا کرتی ہیں) کچھ نہ کچھ قوت کا پتہ ضرور دیتی ہیں، اور اس امر کو بتاتی ہیں کہ ضعف انتہائی درجہ کا نہیں ہے (ورنہ طبیعت اور قوت کسی وقت بھی بیدار نہ ہوتی؛ اور نبض میں اس قسم کا کوئی اختلاف نمودار نہ ہوتا: چنانچہ نبض دودی اور نملی میں ضعف یقیناً زیادہ ہوا کرتا ہے). شیخ) +

نبض ذو الفترہ کے اسباب

نبض ذو الفترہ کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ قوت چونکہ (کسی وجہ سے) تھک جاتی ہے، اس لئے وہ آرام لینا چاہتی ہے (اور تدریج میں تحریک سے ہاتھ موڑ لیتی ہے، اس لئے خلاف توقع نبض میں وقفہ ہو جاتا

---

[1] علامہ گیلانی نے قول شیخ کا اس موقعہ پر یہ مفہوم سمجھا ہے، میں نے ترجمہ میں اس سے اختلاف کیا ہے، ورنہ قول شیخ میں اسی مقام پر تناقض پیدا ہو جائے، گیلانی نے اس نبض کو جو ایک حالت پر قائم رہتی ہے، ذنب الفار کی ایک قسم قرار دیا ہے، اور شیخ نے اس موقع پر بتایا ہے کہ یہ ضعف پر زیادہ دلالت کرتی ہے، حالانکہ آگے چلکر شیخ خود کہتا ہے کہ سب سے ردی ذنب منقضی ہے، کبیر الدین +

ہے) یا اس کی وجہ یہ ہوتی ہے، کہ اچانک کوئی عارض لاحق ہو جاتا ہے (اور ناگہانی کوئی واقعہ اندرونی اعضاء میں پیش آجاتا ہے) جس کی طرف یک تخت نفس اور طبیعت کو متوجہ ہونا پڑتا ہے (اس لئے بیچ میں تحریک نبض سے غفلت ہو جاتی ہے، اور خلاف امید سکون لاحق ہو جاتا ہے) +

نبض متشنج کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ قوت سے بے قاعدہ حرکات (تشنجی حرکات) سرزد ہوتے ہیں، اور آلہ یعنی شرائین کا قوام بھی فاسد ہوتا ہے۔ (شیخ)

گیلانی کہتے ہیں کہ نبض متشنج کے سبب کا تعلق دو چیزوں سے ہے: قوت اور آلہ۔ قوت تو بے ترتیب اور بے قاعدہ حرکات پیدا کرتی ہے۔ رہا آلہ تو اس کا قوام درست نہیں ہوتا، یعنے اس کی ساخت کی طبعی حالت بگڑی ہوئی ہوتی ہے +

نبض مُرتَعِش (نبض مُرتَعِد) اس وقت پیدا ہوتی ہے، جبکہ قوت قوی ہوتی ہے، آلہ میں صلابت ہوتی ہے، اور حاجت شدید ہوتی ہے ان کے بغیر نبض میں ارتعاد (لرزش) کا پیدا ہونا ضروری نہیں ہے۔ (شیخ) +

گیلانی کہتے ہیں کہ "بعض اوقات ضعف قوت کی وجہ سے بھی نبض میں لرزش پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر یہ نادر الوقوع ہے" اس لئے شیخ نے اس کو ترک فرمایا +

اسی طرح آملی کہتے ہیں کہ نبض مُرتَعِد اس وقت بھی ہو سکتی ہے جبکہ آلہ نرم ہو اور قوت ضعیف ہو +

نبض موجی کے اسباب

نبض موجی کی وجہ بیشتر اوقات یہ ہوتی ہے کہ چونکہ قوت ضعیف ہوتی ہے، اس لئے وہ شریان کو یک تخت پھیلانے پر قادر نہیں ہوتی ہے، بلکہ وہ تھوڑا تھوڑا انبساط، آگے پیچھے (موج دریا کی طرح) پیدا کرتی ہے +

گاہے شریان کی نرمی بھی نبض کی موجیت کا سبب بن جاتی ہے، خواہ قوت بہت زیادہ ضعیف نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر نرم اور تر چیز میں تحریک پیدا کی جائے، اور اسے ہلایا جائے، تو اس کے ہر ہر جزو میں یہ تحریک اس

طرح سرایت نہ کر جائیگی، جس طرح ایک خشک اور سخت چیز میں سرایت کر جاتی ہے۔ (یا سخت اور خشک چیز کے تمام اجزاء جس طرح تحریک کو قبول کر لیتے ہیں، اس طرح نرم اور تر چیز کے تمام اجزاء قبول نہیں کیا کرتے)۔ کیونکہ یبوست کی وجہ سے اجسام میں حرکت اور لرزش کی استعداد و قابلیت پیدا ہو جایا کرتی ہے +

چنانچہ اگر کسی سخت اور خشک جسم کے ابتدائی حصے میں تحریک پیدا کی جائے، تو اس تحریک سے اس کا آخری حصہ بھی حرکت میں آجاتا ہے، اس کے برعکس تر اور نرم جسم میں یہ ممکن ہے کہ اس کے ایک حصے میں تحریک پیدا کی جائے، اور دوسرا حصہ اس تحریک سے متأثر نہ ہو، اس لئے کہ نرم اور تر چیزیں بہ آسانی انفصال کو قبول کر سکتی ہیں (ان کے اجزاء مؤثرات کے اثر سے بہ آسانی علیحدہ ہو سکتے ہیں)۔ بہ آسانی مڑ سکتی ہیں۔ اور بہ آسانی ان کے اجزاء میں اختلاف ہیئت واقع ہو سکتا ہے۔ (شیخ) +

نبض دودی و نملی کے اسباب

نبض دودی اور نملی کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ضعف اتنی شدت کا ہوتا ہے کہ بطوء، تواتر۔ اور نبض کے اجزاء میں اختلاف (اختلافِ تام) یہ ساری باتیں اکٹھی ہو جاتی ہیں، اس لئے کہ قوت (اپنی ناتوانی کی وجہ سے) اس بات سے عاجز ہوتی ہے کہ شریان میں یک لخت انبساط پیدا کر سکے، وہ نبض کے اجزاء میں تھوڑا تھوڑا انبساط پیدا کر سکتی ہے (اس لئے نبض میں کیڑے کی سی چال یا چیونٹی کی سی چال پیدا ہو جاتی ہے) دود بمعنے کیڑا۔ دودی یعنی کیڑے کے مانند + نمل بمعنے چیونٹی۔ نملی یعنی چیونٹی کے مانند) +

نبض ردی الوزن کے اسباب

نبض ردی الوزن کی دو صورتیں ہیں: گاہے اس کے زمانہ سکون میں کمی آجاتی ہے۔ اور گاہے زمانہ حرکت میں، چنانچہ) اگر زمانہ سکون میں کمی آگئی ہے (اور اس کمی کی وجہ سے نبض کا وزن بگڑ گیا ہے)، تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ (کسی وجہ سے) حاجت زیادہ ہو گئی ہے (اور حاجت کی زیادتی کی وجہ سے نبض نے اپنے زمانہ سکون

کو کم کر دیا ہے) اور اگر زمانہ حرکت میں کمی آگئی ہے، تو ایسی نبض ردی الوزن کی وجہ سے ہے کہ ضعف بڑھ گیا ہے، یا حاجت مفقود ہے (حاجت کی قلت ہی) رہا یہ امر کہ گاہے انبساط کے سریع ہو جانے کی وجہ سے نبض کے زمانہ حرکت میں جو کمی آجاتی ہے، وہ دوسری چیز ہے (یعنی وہ ردی نہیں ہے، بلکہ محمود ہے)۔ شیخ +

نبض ممتلی، خالی، حار، بارد

نبض ممتلی، خالی، حار، اور بارد کے اسباب ظاہر اور بدیہی ہیں +

مختلف عمروں کی نبض

مردوں کی نبض

چونکہ مردوں کے قویٰ (عورتوں کے مقابلہ میں) زبردست ہوتے ہیں، اور ان میں حاجت ترویح شدید ہوتی ہے، اس لئے مردوں کی نبض (عورتوں کی نبض کے مقابلہ میں) زیادہ عظیم اور قوی ہوا کرتی ہے۔ اور چونکہ مردوں میں نبض کے عظیم ہونے کی وجہ سے حاجت پوری ہو جاتی ہے، اس لئے ان کی نبض بسا اوقات عورتوں کی نبض کے مقابلہ میں زیادہ سست اور زیادہ متفاوت ہوتی ہے۔ (شیخ) +

یعنی چونکہ مردوں میں نبض عظیم ہوتی ہے، اور عظیم ہونے کی وجہ سے کام چل جاتا ہے۔ اس لئے ان میں سرعت اور تواتر کی ضرورت پیش نہیں آتی، اس کے برعکس عورتوں میں چونکہ نبض عظیم نہیں ہوتی ہے، اس لئے اس کی کا تدارک سرعت اور تواتر سے پورا کیا جاتا ہے +

الغرض مردوں کی نبض میں سرعت اس لئے نہیں ہوتی ہے کہ عظم کی وجہ سے حاجت پوری ہو جاتی ہے، اور تواتر اس لئے نہیں ہوتا کہ اگر بالغرض اس میں تواتر مان لیا جائے، تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑیگا کہ وہ نبض سریع بھی ہے، کیونکہ قوت کے قیام کے باوجود تواتر اُس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا، جب تک

اس سے پہلے سُرعت پیدا نہ ہوئے چنانچہ شیخ فرماتے ہیں:۔

جس نبض میں قوت کے قیام کے باوجود تواتر ہو، تو یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ یقیناً سریع بھی ہے، کیونکہ تواتر کا درجہ تو سُرعت کے بعد ہے۔ (شیخ)

یہ ناممکن ہے کہ قوت کے قیام کے باوجود کوئی نبض متواتر ہوجائے، اور وہ سریع نہ ہو۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ قوت جب قائم ہوتی ہے، اور حاجت پوری نہیں ہوتی، تو نبض سریع ہو جاتی ہے، اور جب سُرعت سے بھی کام نہیں چلتا ہے، تو نبض میں سُرعت کے باوجود تواتر بھی آجاتا ہے +

یہی وجہ ہے کہ مردوں کی نبض جس طرح (عورتوں کے مقابلہ میں) زیادہ بطی ہوتی ہے، اسی طرح ان کی نبض زیادہ متفاوت بھی ہوا کرتی ہے، (ورنہ اگر یہ متواتر ہوتی، تو یہ بھی ماننا پڑتا کہ یہ سریع بھی ہے، حالانکہ مردوں کی نبض عورتوں کے مقابلے میں بطی ہوا کرتی ہے)۔ (شیخ) +

بچوں کی نبض بچوں کی نبض رطوبت کی وجہ سے نسبتاً نرم، ضعیف، اور متواتر ہوتی ہے، اس لئے کہ بچوں میں حرارت قوی ہوتی ہے (اور جب حرارت قوی ہے، تو یقیناً حاجت بھی شدید ہوگی) لیکن ان میں قوت قوی نہیں ہوتی ہے، اس لئے کہ اب تک ان کے نشوونما کی تکمیل نہیں ہوئی ہے۔ (شیخ) +

جب یہ معلوم ہوگیا کہ بچوں میں حاجت کے شدید ہونے کے باوجود قوت قوی نہیں ہوتی ہے، تو اب ظاہر ہے کہ ان کی نبض عظیم نہ ہوسکے گی، بلکہ ان کی نبض سریع اور متواتر ہوگی، تاکہ عظم کی کمی کا تدارک، سُرعت و تواتر سے ہوجائے۔ رہا یہ کہ شیخ نے اس موقعہ پر تواتر کے ساتھ سُرعت کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے ذکر کرنے کی چنداں ضرورت اس وجہ سے نہیں ہے کہ سُرعت تواتر سے پہلے ہوا کرتی ہے +

بچوں کی نبض مقدار اعضاء کے تناسب کے لحاظ سے عظیم ہوتی ہے:

اس لئے کہ بچوں میں شریان بہت ہی نرم اور ان میں حاجت بہت شدید ہوتی ہے، اور ان کے اجسام کے مقدار کے لحاظ سے اگر قوت کا موازنہ کیا جائے، تو وہ زیادہ ضعیف بھی نہیں ہوتی ہے، کیونکہ بچوں کے اعضاء چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں (اس لئے نبض میں عظم پیدا ہو جاتا ہے، کیونکہ عظم پیدا ہونے کے لئے جن اسباب کی ضرورت ہے، وہ یہی مذکورہ بالا اسباب ہیں: شدت حاجت، نرمی آلہ، اور قوت کا قوی ہونا)۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ بچوں کی نبض بالغوں کے مقابلہ میں عظیم نہیں ہوتی ہے (بلکہ ان کے مقابلے میں صغیر ہوتی ہے) (شیخ) +

جوانوں کی نبض رہی جوانوں کی نبض، تو عظم اس میں زیادہ ہوتا ہے، مگر سُرعت اس میں زیادہ نہیں ہوتی ہے، بلکہ سُرعت اور تواتر میں تو بہت ہی کمی ہوتی ہے اور حدود تفاوت میں داخل ہوتی ہے۔

پھر جو لوگ عنفوان شباب (جوانی کے ابتدائی دنوں) میں ہوتے ہیں، ان کی نبض نسبتاً زیادہ عظیم ہوتی ہے، اور جو لوگ شباب کے درمیانی دور میں ہوتے ہیں، ان کی نبض نسبتاً زیادہ قوی ہوتی ہے +

(اگرچہ) بچوں اور جوانوں میں حرارت تقریباً برابر ہی سی ہوتی ہے، اسلئے ان دونوں میں حاجت ترویح بھی قریب قریب برابر ہی ہوتی ہے: لیکن جوانوں میں چونکہ قوت زیادہ ہوتی ہے: اس لئے ان میں نبض کے اندر اتنا عظم پیدا ہو جاتا ہے، جو سُرعت اور تواتر سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اور یہ تم کو معلوم ہی ہے کہ عظم پیدا کرنے کا اصلی ذریعہ "قوت" ہے۔ رہی حاجت، تو وہ قوت کو متوجہ کرنے کا ایک ذریعہ ہے، اور رہا آلہ (شریان) تو وہ ایک مرمعاون کی حیثیت رکھتا ہے (اس لئے گو بچوں میں حاجت شدید ہوتی ہے، اور شریان بھی نرم ہوتی ہے، مگر چونکہ ان میں بمقابلہ جوانوں کے قوت زیادہ قوی نہیں ہوتی ہے، اس لئے ان میں اتنا عظم بھی نہیں پیدا ہوتا، کہ سُرعت اور تواتر سے بے نیازی ہو جائے) +

نبض کہول ادھیڑ عمر والوں کی نبض ضعف قوت کی وجہ سے نسبتاً صغیر ہوتی ہے، اور اسی وجہ سے ان کی نبض میں سُرعت بھی کم

ہوا کرتی ہے، نیز سُرعت کے کم ہونے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ان میں حاجت بھی کم ہی ہوتی ہے، اسی وجہ سے ان کی نبض میں تفاوت زیادہ ہوتا ہے۔ (شیخ) +

نبض شیوخ زیادہ سن رسیدہ بڈھوں کی نبض صغیر، متفاوت، اور بطی ہوا کرتی ہے۔ اور بسا اوقات رطوبات غریبہ کی وجہ سے نہ کہ رطوبات اصلیہ کی وجہ سے — ان کی نبض نرم بھی ہوا کرتی ہے۔ (شیخ) +

مختلف مزاجوں کی نبض

گرم مزاج والوں میں ترویح کی حاجت زیادہ ہوا کرتی ہے (خواہ مزاج کی گرمی طبعی ہو، یا عارضی؛ اور خواہ یہ مزاج اچھا ہو، یا بُرا؛ اور خواہ یہ حرارت کسی طور پر حاصل ہوئی ہو)۔ چنانچہ اگر قوت اور آلہ بھی (شدتِ حاجت کا) ساتھ دیں (یعنی شدت حاجت کے ساتھ اگر قوت بھی قوی ہو، اور شریان بھی نرم ہو) تو نبض عظیم ہوا کرتی ہے۔ لیکن اگر ان دونوں چیزوں میں سے کوئی ایک چیز بھی مخالف ہو (اور وہ ساتھ نہ دے) تو اس صورت میں وہی ہوگا، جس کی تفصیل گذشتہ بیانات میں ہو چکی ہے (یعنی ایسی صورت میں نبض عظیم نہ ہوگی) +

مزاج کی حرارت گاہے طبعی ہوتی ہے۔ اور گاہے سوءِ مزاج کی وجہ سے۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ سوءِ مزاج کی صورت میں قوت ضعیف ہوتی ہے، اور پہلی صورت میں قوی۔ چنانچہ اسی فرق کو شیخ ذیل میں بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ اس سے نبض کے احکام پر اثر پڑتا ہے؛

جب مزاج میں گرمی سوء مزاج کی وجہ سے نہیں پیدا ہوتی ۔ بلکہ وہ طبعی ہوتی ہے ، تو مزاج قوی اور صحیح ہوتا ہے ، اور قوت بہت قوی ہوتی ہے (اسلئے ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں نبض یقیناً عظیم ہوگی) ۔ اور یہ گمان ہرگز نہ کرنا چاہیے کہ حرارت غریزیہ کی زیادتی بدن میں جس حد تک بڑھتی جاتی ہے ، اُسی قدر قوت میں کمی آتی جاتی ہے ، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حرارت غریزیہ کی زیادتی سے جوہر روح میں ، قوت حاصل ہوا کرتی ہے ، اور نفس میں شجاعت و شہامت +

اور جو حرارت سوء مزاج کی وجہ سے بدن میں پیدا ہوتی ہے ، اُس کی شدت جتنی بڑھتی چلی جاتی ہے ، اُسی قدر قوت ضعیف ہوتی چلی جاتی ہے ۔

سرد مزاج والوں کی نبض کا میلان نقصان کے پہلوؤں ۔ صغر ، بطوء ، اور تفاوت ۔ کی طرف ہوتا ہے ، جن میں سے زیادہ خصوصیت صغر کو ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ برودت کی وجہ سے ترویح کی حاجت کم ہوجاتی ہے ، اور قوت بھی ضعیف ہوجاتی ہے ، خواہ یہ برودت حرارت کی طرح خلقی ہو ، یا عارضی) +

پھر اگر برودت کے ساتھ شریان میں بھی نرمی ہو ، تو نبض کا عرض زیادہ ہوجائیگا (نبض زیادہ چوڑی ہوجائے گی) اور اسی طرح اس کا بطوء اور تفاوت بھی بڑھ جائیگا ۔ لیکن اس کے برعکس اگر شریان میں سختی ہو ۔ تو ان سب چیزوں میں کمی آجائیگی (یعنی عرض بطوء ، اور تفاوت کم ہوجائیگا) +

حرارت کی زیادتی جس طرح ضعف پیدا کرتی ہے ۔ اسی طرح برودت کی زیادتی بھی ، مگر ان دونوں میں فرق ہے :

برودت میں ضعف پیدا کرنے کی جتنی قابلیت ہے، اتنی حرارت
میں نہیں۔ اسی مقصود کو اب شیخ بیان کرنا چاہتے ہیں:
سوء مزاج حار سے جتنا ضعف پیدا ہوا کرتا ہے۔ اس
سے زیادہ سوء مزاج بارد سے ہوتا ہے؛ کیونکہ بمقابلہ برودت
کے حرارت کو طبیعت سے زیادہ موافقت و مناسبت ہے+
مرطوب مزاج والوں کی نبض میں موجیت ہوتی
ہے، اور ان کی نبض میں عرض زیادہ ہوتا ہے (چوڑی زیادہ
ہوتی ہے) +
اور خشک مزاج والوں کی نبض میں تنگی اور
سختی ہوتی ہے۔ پھر اگر (یبوست کے باوجود) قوت بھی قوی
ہو، اور حاجت بھی شدید ہو، تو نبض ذوالقرعتین، متشنج اور مرتعش
پیدا ہو جاتی ہے +
(جب مزاج مفرد کے لحاظ سے نبض کے احکام تمہیں
معلوم ہو گئے، تو) اب یہ تمہارا کام ہے کہ اصول کی حفاظت
کرتے ہوئے تم ان کو ترکیب دے لو (چنانچہ مثلاً اگر کسی شخص
کا مزاج حار رطب ہو، تو اس کی نبض کی حالت مزاج حار اور
مزاج رطب کی حالت سے مرکب ہو گی) +
بعض مرتبہ اتفاقاً ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ ایک ہی شخص
کے دونوں جانب (دائیں اور بائیں شق) کا مزاج ایک
دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ ایک پہلو اگر سرد ہوتا ہے،
تو دوسرا پہلو گرم؛ اس لئے دونوں شق کی نبض بہ تقاضائے

حرارت و برودت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے:
چنانچہ گرم جانب کی نبض وہی ہوتی ہے جو مزاج کی گرمی سے (گرم مزاج والوں میں) پیدا ہوتی ہے (جس کو پہلے بتایا جا چکا ہے)، اور سرد جانب کی نبض اُس قسم کی ہوتی ہے جو مزاج بارد سے (سرد مزاج والوں میں) پیدا ہوتی ہے۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ (دونوں جانب کی) نبض کا انبساط و انقباض (اور ان میں باہمی اختلاف) قلب کے مدوجزر سے وابستہ نہیں ہے (قلب کے جوار بھاٹے سے متعلق نہیں ہے، کہ قلب ایک جانب زیادہ خون روانہ کرتا ہے، اور دوسری جانب کم)، بلکہ خود جرم شریان کے انبساط وانقباض سے وابستہ ہے (یعنی ایک جانب کی شریان حرارت کی وجہ سے پھیل جاتی ہے، اور دوسری جانب کی شریان برودت کی وجہ سے سکڑ جاتی ہے)۔

شیخ کے اس کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض صورتوں میں ایسی مثال ملتی ہے کہ ایک جانب کی نبض مثلاً حرارت کی وجہ سے قوی اور عظیم ہو جاتی ہے، اور دوسرے ہاتھ کی نبض برودت کی وجہ سے ضعیف و صغیر ہو جاتی ہے، تو اس کی بجز اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک جانب کی شریان بذات خاص متعلقہ اسباب سے مثلاً

حرارت سے پھیل جاتی ہے، اور اس کا انبساط قوی اور بڑا ہو جاتا ہے، اس لئے اس حار جانب کی نبض عظیم و قوی ہو جاتی ہے، اور دوسری جانب کی شریان برودت کے اثر سے سکڑ جاتی ہے، اور متعلقہ اسباب سے اس کا انبساط ضعیف اور چھوٹا ہو جاتا ہے، اس لئے بارد جانب کی نبض صغیر اور ضعیف ہو جاتی ہے +

اس کے برعکس اگر یہ کہا جائے کہ نبض کا انبساط وانقباض بذات خاص جرم شریان کے سکڑنے اور پھیلنے سے وابستہ نہیں ہے، بلکہ قلب کے مد و جزر (جوار بھاٹے) پر موقوف ہے، یعنے جب قلب سے خون کا سیلاب ایک جانب قوت کے ساتھ شریانوں میں روانہ ہوتا ہے، جس کو قلب کا مدّ یا "جوار" کہنا چاہئے، تو نبض عظیم اور قوی ہوتی ہے، اور جب اس کا سیلاب دوسری جانب کمی کے ساتھ شریانوں میں روانہ ہوتا ہے، جسکو قلب کا جزر (بھاٹا) کہنا چاہیے، تو نبض ضعیف اور صغیر ہوتی ہے" تو یہ بالکل غلط ہے، کیونکہ قلب سے تو ایک مقدار میں خون دونوں جانبوں کی طرف روانہ ہوتا ہے، اور قلب کی قوت دونوں جانبوں کے لئے برابر کام کرتی ہے، حالانکہ مشاہدہ یہ بتاتا ہے کہ گاہے ایک ہی شخص کی دونوں، دائیں اور بائیں، نبضیں برودت و حرارت کے اثر سے کم و بیش ہو جایا کرتی ہیں؛ پھر اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ نبض کا

انقباض وانبساط نفس شریان کے انقباض وانبساط کے ساتھ
وابستہ ہے۔ جس طرف کی شریان براہ راست کسی وجہ سے
زیادہ پھیلے گی، اسی جانب کی نبض عظیم و قوی ہو جائیگی۔ چنانچہ
صورت مذکورہ میں عمل حرارت سے ایک طرف کی شریان چونکہ
پھیل جاتی ہے، اس لئے اس طرف کی نبض عظیم ہو جایا کرتی
ہے، اور دوسری جانب کی شریان عمل برودت سے چونکہ
سکڑ جایا کرتی ہے، اس لئے اس جانب کی نبض صغیر ہو جاتی ہے
اس پہلوی اور جانبی حرارت و برودت کا اثر قلب پر نہیں پڑتا
ہے، اور نہ اس اختلاف نبض میں قلب کے فعل کو دخل ہے۔
وہ تو برابر دونوں طرف کی شریانوں میں ایک جیسی قوت سے،
اور ایک مقدار پر خون روانہ کرتا ہے۔ لیکن جدھر کی شریان
زیادہ پھیلی ہوئی ہوتی ہے، وہ زیادہ خون کو لے لیتی ہے
اور جس طرف کی شریان تنگ ہوتی ہے، اُس میں خون کم
جاتا ہے +

یہ تمکو پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ نبض کی حرکت کا دارو
مدار اور علت فاعلی قلب کی قوت حیوانیہ ہے، جس کو اسباب
ماسکہ میں سب سے پہلے بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ
قلب کی یہ قوت دونوں جانبوں کے لئے برابر کام کرتی ہے،
اور قلب ہی کے انقباض وانبساط پر تمام بدن کی شریانوں کی
حرکت موقوف ہے۔ لیکن چونکہ شریانوں کے اندر مخصوص الیاف
عصبیہ و عضلیہ کی وجہ سے اس امر کی قابلیت پائی جاتی ہے کہ
ان کا قطر دیگر اثرات سے (مثلاً حرارت و برودت سے)
چھوٹا بڑا ہو سکتا ہے، جیسا کہ ورم حار اور چوٹ کے آس
پاس کی شریانیں زیادہ پھیل جایا کرتی ہیں، اس لئے
یہ ممکن ہے کہ ایک جانب کی شریان اُس جانب کی حرارت

کی وجہ سے پھیل جائے، اور دوسری جانب کی شریان برودت کے اثر سے تنگ ہو جائے۔ الغرض قلب کی تحریک اور اس کا عمل مشترک اور عام ہوا کرتا ہے، اور اس قسم کے مقامی اختلافات مقامی اثرات سے شریانوں میں حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس قسم کے مقامی اختلاف کا تعلق قلب سے وابستہ نہ ہو سکیگا +

مختلف موسموں کی نبض

موسم ربیع کی نبض ہر چیز میں (تمام مذکورہ اجناس میں) معتدل ہوتی ہے، لیکن قوت میں زائد ہوتی ہے +

موسم گرما کی نبض شدت حاجت کی وجہ سے سریع اور متواتر ہوتی ہے، اور موسم گرما کی بیرونی شدید اور غالب حرارت کی وجہ سے چونکہ روح تحلیل ہو جاتی ہے، اور روح کے تحلیل ہو جانے سے قوت تحلیل ہو جاتی ہے، اس لئے گرما کی نبض صغیر، اور ضعیف بھی ہوتی ہے +

موسم سرما کی نبض میں مقابلۃً تفاوت، بطوء، اور ضعف زیادہ ہوتا ہے، اور ان باتوں کے ساتھ وہ صغیر بھی ہوتی ہے، اس لئے کہ سرما میں قوت (قوت قلبیہ) ضعیف[۱] ہو جاتی ہے (بشرطیکہ وہ ممالک بہت ہی ٹھنڈے ہوں اور انسان کا مزاج بھی بارد اور ضعیف ہو، کہ وہ شدت برودت کا متحمل نہ ہو سکے)۔ ورنہ اس کے برعکس وہی صورت پیدا ہوگی جسے شیخ نے ذیل میں بیان کیا ہے:) +

بعض لوگوں میں گاہے یہ ہوتا ہے کہ (برودت موسم کی وجہ سے) حرارت بدنی اندر گہرائی کی طرف جا کر اکٹھی ہو جاتی ہے، جس سے قوت (بجائے ضعیف ہونے کے) قوی ہو جاتی ہے۔ لیکن ایسا اُس وقت وقوع پذیر ہوتا ہے، جبکہ اُس شخص کے مزاج میں حرارت کا غلبہ ہو، جو برودت سے

---

۱ اگر بجائے اسکے یہ کہا جاتا، تو بہتر ہوتا کہ "موسم سرما میں حاجت ترویح کم ہو جاتی ہے" کیونکہ غلط ہے کہ سرما میں قوت کمزور ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر وہ شرائط بڑھائے جائیں، تو یہ حکم صحیح ہو سکیگا:

مقابلہ کرتی ہے، اور اُس سے متاثر (اور مغلوب) نہیں ہوتی۔ اس لئے ایسے گرم مزاج شخص کے بدن میں سردی گھسنے نہیں پاتی (کہ اندر جا کر قوت کو کمزور و برباد کر دے) +

موسم خریف کی نبض مختلف ہوتی ہے، اور ضعف کی طرف اسکا خاصا میلان ہوتا ہے۔ چنانچہ اس موسم کی نبض میں "اختلاف" تو اس وجہ سے ہوتا ہے کہ موسم خریف کے (طبعی مزاج میں اگرچہ اعتدال ہے، مگر اس کے عارضی مزاج میں (دن رات اور صبح و شام ہوا کی لطافت کی وجہ سے) بہت زیادہ تغیرات و استحالات ہوا کرتے ہیں، گاہے گرمی کا غلبہ ہو جاتا ہے (جیسا کہ دوپہر کے وقت) اور گاہے سردی کا (جیسا کہ صبح و شام اور رات کے وقت الغرض حالات کے بار بار بدلنے اور بدن پر تواتر واضداد واقع ہونے کی وجہ سے قوت ضعیف ہو جاتی ہے، اور ضعفِ قوت کی وجہ سے نبض میں اختلاف رونما ہو جاتا ہے) +

علیٰ ہذا اس موسم کی نبض میں "ضعف" بھی اسی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ جس مزاج میں ہر وقت تغیر و اختلاف ہوا کرتا ہے، وہ اُس مزاج کے مقابلہ میں زیادہ ایذاء پہونچاتا (اور ضعف کا باعث بنتا ہے) جو ہموار اور مستوی ہو، خواہ یہ ہموار مزاج ردی اور فاسد ہی کیوں نہ ہو (بشرطیکہ فساد و ردائت دونوں میں مشترک ہو۔ اب ظاہر ہے کہ جو مزاج فاسد ہونے کے باوجود مختلف الاحوال ہو، اور ہر وقت اس کی وجہ سے بدن پر توارد اضداد ہو رہا ہو، وہ یقیناً ضعف زیادہ پیدا کریگا) +

دوسرے، خریف کی نبض میں ضعف اس وجہ سے بھی لاحق ہوتا ہے کہ خریف کا موسم طبیعتِ حیات (مقتضائے حیات) کے خلاف ہے، کیونکہ خریف کے موسم میں حرارت تو ضعیف ہوتی ہے، اور یبوست شدید (حالانکہ طبیعت حیات کے لئے حرارت و رطوبت کی ضرورت شدید ہے، اور ان ہی دونوں چیزوں سے زندگی کے سارے کام چل رہے ہیں) +

رہی اُن موسموں کی نبض جو مختلف موسموں کے درمیان میں ہوتے

ہیں (مختلف موسموں کے درمیانی اوقات کی نبض، جبکہ ایک موسم دوسرے موسم میں داخل ہوتا ہے، اور جسکو "زمانۂ تداخل" کہا جاتا ہے)، تو ان کے احکام متصلہ اور متواصلہ فصول کے احکام کے مطابق ہوتے ہیں +

یعنی مذکورہ بالا احکام تو وہ تھے، جو ہر موسم کے درمیانی زمانے میں رونما ہوتے ہیں، جبکہ وہ موسم اپنی پوری تیزی پر ہوتا ہے، اور جبکہ اُس موسم کا پورا مزاج اور پوری طبیعت بلا کسی تغیر کے پائی جاتی ہے، رہے وہ احکام جو اُس زمانہ سے وابستہ ہیں، جو ان موسموں کے درمیان ہوتا ہے، مثلاً ربیع کا ابتدائی زمانہ اور موسم سرما کے اختتام کا زمانہ، تو ان موسموں کے احکام برودت وحرارت کی کمی وبیشی کے لحاظ سے وہی ہونگے جو اس زمانہ کے آس پاس موسم گذرے ہیں۔ مثلاً مثال مذکور میں سرما کا اختتام ہے، اور ربیع کی ابتداء، تو اس زمانہ کی نبض میں دونوں متصلہ موسموں کا اثر ہوگا +

مختلف ممالک کی نبض

بعض ممالک (آب وہوا کے لحاظ سے) معتدل ہوتے ہیں، اور ان کی حالت موسم ربیع کی سی ہوتی ہے؛ بعض ممالک گرم ہوتے ہیں، اور ان کی حالت موسم گرما کی سی ہوتی ہے؛ بعض ممالک سرد ہوتے، اور ان کی حالت موسم سرما کی سی ہوتی ہے؛ بعض ممالک خشک ہوتے ہیں، اور انکی حالت موسم خریف کی سی ہوتی ہے؛ اس لئے ان ممالک کے نبض کے احکام انہی موسموں کی نبض پر قیاس کرنا چاہئے۔ جو تمہیں معلوم ہو چکی ہے +

وہ نبض جو مختلف چیزوں کی کھانے پینے سے پیدا ہوتی ہے

مُتناولات (کھانے پینے کی چیزیں، خواہ دوا ہوں، یا غذا یا پانی وغیرہ) نبض میں اپنی کیفیت کے ذریعہ بھی تغیر پیدا کرتے ہیں، اور

اپنی کمیت (مقدار) کے ذریعہ بھی +

چنانچہ کیفیت کے ذریعہ تغیر پیدا کرنے کی صورت یہ ہے کہ شئے متناول (یعنی ماکول یا مشروب) جب گرمی یا سردی کی طرف مائل ہوتی ہے (یعنی اس میں گرمی یا سردی اعتدال سے زیادہ ہوتی ہے) تو یہ اپنے میلان کے تقاضے کے مطابق نبض میں تغیر پیدا کر دیتی ہے۔ (شیخ) +

اور کمیت کے ذریعہ تغیر پیدا کرنے کی صورت یہ ہے کہ جب شئے متناول (ماکول و مشروب) کمیت کے لحاظ سے معتدل ہوتی ہے، تو نبض میں عظم، سرعت، اور تواتر اس لئے بڑھ جاتا ہے کہ (ایسی معتدل المقدار غذاء سے) بدن میں قوت اور حرارت بڑھ جاتی ہے، اور یہ اثر ایک عرصہ تک قائم رہتا ہے (یعنی نبض میں یہ اثر اس وقت تک قائم رہتا ہے، جب تک کہ اس غذائے معتدل المقدار کا اثر بدن میں بلحاظ قوت و حرارت کے قائم رہتا ہے) +

اور جب غذاء مقدار کے لحاظ سے زیادہ کھائی جاتی ہے، تو چونکہ غذاء کے بوجھ سے قوت دب جاتی ہے، اس لئے اس وقت نبض مختلف چلتی ہے، اور اس اختلاف میں نظام بھی نہیں رہتا ہے۔ (شیخ)

گیلانی کا قول ہے:- "بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ غذا کھاتے ہی، قبل اس کے کہ اس سے اخلاط وغیرہ بنیں، اور بعض اوقات صرف غذاء کی مرغوب بو کے پہونچنے سے، نبض میں قوت اور عظم پیدا ہو جاتا ہے"

اس میں اثر زیادہ تر نفس کے تاثرات اور خیالات کا ہے جس سے افعال تغذیہ اور افعال تولید حرارت میں تحریک پہونچ جایا کرتی ہے، جس سے قلب و دماغ کے افعال بہت جلد تیز یا سُست ہو سکتے ہیں۔ مثلاً کسی خبر مفرح کے سُننے سے قلب کی حرکت تیز ہو جایا کرتی ہے۔ اسی طرح اور بھی دیگر موثرات ہیں، جو قلب کے فعل میں تغیر و اختلاف پیدا کر دیتے ہیں +

اور ثقل خواہ کسی قسم کا ہو (یعنی غذار کا بوجھ خواہ کسی درجہ کا ہو) نبض میں اختلاف پیدا ہی کر دیا کرتا ہے +

گیلانی نے ثقل غذار کے تین مدارج بیان کئے ہیں:-

(۱) غذار کی کثرت درجۂ افراط کی ہو، (۲) غذار کی کثرت حد افراط سے کم ہو، (۳) غذار کی کثرت درجۂ اعتدال سے بھی کم ہو، لیکن بہر حال کثرت ضرور ہو +

لیکن ارکاغانیس (یا بہ نسخۂ دیگر ـــ ارجیجانس) کا گمان ہے کہ اس وقت (ثقل غذار کے وقت، جبکہ غذار کی کثرت حد افراط تک کی گئی ہو) نبض کے تواتر میں اتنی شدت نہیں ہوتی، جتنی کہ اس کی سرعت میں ہوتی ہے، اس وقت نبض کا یہ تغیر دیر تک اس لئے قائم رہتا ہے کہ سبب تغیر (یعنی ثقل غذار) بھی دیر تک باقی رہتا ہے. پھر اگر غذار کی کثرت اس سے کم ہو، تو نبض کے اختلاف میں انتظام بھی ہوگا. اور اگر ثقل تھوڑا ہو (اور غذار کی کثرت کمی کے ساتھ ہو) تو نبض میں اختلاف بھی کم ہوگا، عظم بھی کم ہوگا، اور سرعت بھی کم ہوگی. پھر نبض کا یہ تغیر (اس صورت میں) بہت زیادہ دیر تک باقی بھی نہیں رہیگا، اس لئے کہ اس وقت میں مادہ (مادۂ غذائیہ) چونکہ تھوڑا ہے، وہ جلد ہضم ہو جائیگا (اور ثقل جلد ہی دور ہو جائیگا) +

پھر اگر غذار کی (بے قاعدہ) زیادتی سے قوت نڈھال اور ناتواں ہو جائے، یا غذار کی کمی سے، ان دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی صورت ہو، انجام کار دونوں حالتوں میں یکساں طور پر نبض کے اندر صغر اور تفاوت پیدا ہو جائیگا. شیخ +

یعنی بار بار غذار کی بے قاعدہ زیادتی کرنے سے بھی انجام کار قوت ضعیف ہو جاتی ہے، اور غذار کی کمی سے بھی، اس لئے انجام کار دونوں صورتوں میں ضعف کے آثار نمودار ہونے کے بعد نبض صغیر اور متفاوت ہو جائیگی +

پھر جب طبیعت (ضعف کے بعد قوی ہو گیا) ہضم ما حالہ پر قادر ہو جاتی ہے، تو پھر از سر نو نبض معتدل ہو جاتی ہے + شیخ +

کیونکہ غذا میں زیادتی کرنے سے نبض میں تغیر تو اس وجہ سے لاحق ہوتا ہے کہ فساد ہضم کے باعث اخلاط صالحہ کی بدن میں کمی ہو جاتی ہے، اور غیر منہضم رطوبات فاسدہ کی کثرت۔ پھر جب از سر نو قوت پیدا ہوگی، تو اچھے اخلاط زیادہ بننے لگیں گے، اور یہ رطوبات ہضم و استحالہ کے بعد اچھی رطوبات میں تحلیل ہو جائینگی۔ اور غذا میں کمی کرنے سے نبض میں تغیر اس وجہ سے لاحق ہوتا ہے کہ اس سے اخلاط صالحہ کی بدن میں کمی ہو جاتی ہے۔ پھر جب از سر نو قوت پیدا ہوگی، تو اب غذائیں بہ آسانی ہضم ہونگی اور اخلاط صالحہ کی کمی نہ رہے گی، اس لئے اب نبض طبعی حالت پر لوٹ آئیگی +

شراب کے اثرات نبض میں

شراب کے اثرات میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی کثرت اگرچہ نبض میں اختلاف پیدا کرتی ہے مگر اس سے معتد بہ اور کافی اختلاف نہیں پیدا ہوتا جتنا کہ اس کے برابر کی دوسری اغذیہ سے ہوا کرتا ہے۔ شراب سے اختلاف کم نمودار ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شراب کا جوہر (دوسری غذاؤں کے مقابلہ میں) متخلخل، لطیف، رقیق، اور خفیف ہوتا ہے۔ (شیخ) +

غذاؤں میں جب زیادتی کی جائے گی، اس سے نبض میں اختلاف ضرور پیدا ہوگا، مگر ان میں باہم اختلاف ہے: یعنی لطیف غذائیں نسبتاً کم اور غلیظ غذائیں زیادہ، لیکن شراب مذکورہ بالا وجہ سے لطیف غذاؤں سے بھی کمتر اختلاف پیدا کرتی ہے۔ (گیلانی)

شراب کی کیفیت سے بدن انسان میں پیدا ہونے والے اثرات کے متعلق جو کچھ شیخؒ نے اپنی کتاب قانون میں تحریر فرمایا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:-

"چونکہ شراب بالذات ہر شخص کے لئے مقوی ہے، اس لئے اس سے ہر مزاج میں اور ہر شخص میں قوت ضرور پیدا ہوگی۔ مگر چونکہ بعض لوگ گرم ہوتے ہیں، جن کے لئے ٹھنڈی شراب موافق ہوتی ہے، اور بعض لوگوں کا مزاج بارد ہوتا ہے، جن کے لئے گرم شراب موافق ہوتی ہے، اس لئے ایسے مختلف المزاج لوگوں میں شراب کی ذاتی تقویت یکساں اور برابر نہ پیدا ہوگی، بلکہ کم و بیش، مثلاً جن لوگوں کا مزاج سرد ہے، اُن میں ٹھنڈی شراب مخالفت مزاجی کی وجہ سے شراب کی ذاتی تقویت کو کم کردیگی۔ اور گرم شراب ان میں شراب کی ذاتی تقویت کی معاون ثابت ہوگی۔ اسی طرح گرم مزاج والوں کا حال قیاس کیا جاسکتا ہے۔ اور اسی کے مطابق نبض کے احکام جاری ہونگے"۔

پانی کا اثر نبض میں

پانی چونکہ غذا کے نفوذ کرانے کا ذریعہ ہے، (اور قوت غذا ہی سے حاصل ہوتی ہے) اس لئے پانی بھی "مقوی" ہے، اور یہ وہی کام کرتا ہے، جو شراب کرتی ہے۔ لیکن چونکہ پانی بدن میں حرارت کا اضافہ نہیں کرتا ہے، بلکہ ٹھنڈک پہنچاتا ہے، اس لئے حاجت ترویح شراب کی وجہ سے جس قدر بڑھ جایا کرتی ہے، اس قدر پانی سے نہیں بڑھا کرتی (بلکہ پانی کی وجہ سے تو حاجت ترویح اور بھی گھٹ جایا کرتی ہے۔ پانی اگر کچھ کرتا ہے، تو بالعرض تقویت پہونچاتا، اور بالعرض حرارت غریزیہ کو قوی کرتا ہے)۔ (شیخ)

نیند اور بیداری کے اثرات نبض میں

نیند کی نبض کے احکام، نیند کے وقت کے لحاظ سے، اور ہضم کی حالت کے لحاظ سے مختلف ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ نیند کی ابتداء میں نبض صغیر اور ضعیف ہوا کرتی ہے، اسلئے کہ اس وقت حرارت غریزیہ کی حرکت اور اس کا میلان سکڑنے اور اندرون بدن کی طرف گھسنے کا ہوتا ہے، نہ کہ پھیلنے اور باہر آنے کا، کیونکہ اس وقت حرارت غریزیہ کی

پوری توجہ (بیشتر توجہ) نفس کی تحریک (اور اس کے حکم کی تعمیل سے) اندرون بدن کی طرف ہوتی ہے، تاکہ اُدھر متوجہ ہو کر غذا کو ہضم کرے، اور فضلات میں نضج دے. اس لئے لازمی طور پر حرارت غریزیہ اس وقت گویا دبی ہوئی مغلوب اور گھری ہوئی سی (سمٹی ہوئی سی) ہوتی ہے +

نیز اس وقت (بمقابلہ سابقہ بیداری کے) نبض میں نسبتاً بطوء اور تفاوت ہوا کرتا ہے. کیونکہ سمٹنے اور اکٹھے ہونے سے گو حرارت غریزیہ میں ایک قسم کی زیادتی پیدا ہو جاتی ہے، لیکن نیند کی حالت میں وہ زیادتی مفقود ہو جایا کرتی ہے، جو بیداری کی حالت میں حرکت سخنہ سے حرارت غریزیہ میں حاصل ہوا کرتی تھی +

اب شیخ ذیل میں یہ بتانا چاہتا ہے کہ "نیند" میں روح سمٹ کر اور اکٹھی ہو کر زیادہ گرم ہو جاتی ہے، اور حاجت ترویح کو بڑھا دیتی ہے، اور "بیداری" میں بھی حرکت سخنہ کی وجہ سے روح کے اندر حرارت پیدا ہو جاتی ہے، یہ دونوں چیزیں اگرچہ روح کی حرارت کو بڑھا دیتی ہیں، مگر یہ دونوں برابر نہیں ہیں، بلکہ حرکت کا درجہ بلند ہے، اسی لئے بیداری میں بمقابلہ نیند کے نبض نسبتاً سریع اور متواتر ہوا کرتی ہے +

(ان دونوں چیزوں کو اگر مقابلۃً دیکھا جائے، اور دونوں چیزوں کی تولید حرارت کا تناسب قائم کیا جائے، تو) "حرکت" مقابلۃً روح میں زیادہ حرارت پیدا کرتی (روح کو زیادہ بھڑکاتی) اور روح کو سوء مزاج کی طرف مائل کرنے کی زیادہ قوت رکھتی ہے؛ اس کے برعکس روح کا اندرون بدن کی طرف اعتدال کے ساتھ سمٹنا اور اکٹھا ہونا (جیسا کہ روزمرہ کی نیند میں ہوا کرتا ہے) مقابلۃً روح میں گرمی کم پیدا کرتا، اور حرارت میں کرب دبے جیسی کم پیدا کرتا ہے (جس سے طبیعت تنفس و ترویح کیلئے زیادہ زور سے بے چین ہو جائے) +

اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ جو شخص ریاضت کر کے تھک گیا ہو (یعنی جس نے

ریاضت خوب کی ہو) اُس کا تنفس اور اُس کے تنفس کی بیقراری بمقابلہ اُس شخص کے سانس کے بہت زیادہ ہوتی ہے، جسکی حرارت نیند جیسی کسی چیز سے اندرونِ بدن کی طرف سمٹ گئی ہو، مثلاً اُس شخص کو اوسط درجہ کے ٹھنڈے پانی میں بحالت بیداری غوطہ دیا گیا ہو۔ اس طرح غوطہ دینے اور پانی میں ڈبونے سے گو اس شخص کی حرارت اندرون بدن کی طرف سمٹ جائیگی، اور اس سے وہ قوی بھی ہو جائیگی، مگر اس سے اُس شخص کا سانس اتنا نہ بڑھ سکیگا، جتنا کہ تکان (تھکا دینے والی ریاضت) سے، اور اُس ریاضت سے بڑھ جایا کرتا ہے، جو اپنی شدت وکثرت سے) تقریبًا تھکا دینے والی ہو۔ جب تم اس پر غور کروگے، تو اس نتیجہ پر پہونچوگے کہ حرکت کے مقابلہ میں کوئی دوسری چیز (اسباب ستہ ضروریہ طبعیہ میں سے) حرارت بدنیہ کی بھڑکانے والی نہیں ہے (یعنی حرارت بدنی میں جتنا اشتعال حرکت سے پیدا ہوتا ہے، اتنا کسی اور سبب سے پیدا نہیں ہوتا، جو ستہ ضروریہ میں داخل ہو)۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ "نیند اور بیداری دونوں اس لحاظ سے برابر ہیں کہ بدنی حرکت نہ نیند کی ذات میں داخل ہے، اور نہ بیداری کی ذات میں، یہ تو ایک الگ چیز ہے"۔ تو اس اعتراض کا جواب شیخ اس طرح دے رہا ہے:

بیداری اگر موجب حرارت وتسخین ہے تو اس وجہ سے نہیں کہ بیداری کی حالت میں بدنی حرکت ہوا کرتی ہے، بایں معنے کہ اگر بدن ساکن ہو جائے تو حرارت نہ پیدا ہو، بلکہ بیداری اس وجہ سے موجبِ حرارت ہے کہ بیداری کی حالت میں روح جب سے پیدا ہوتی ہے، برابر اور مسلسل باہر کی طرف پھیلتی اور حرکت کرتی رہتی ہے (یعنی بیداری کی حالت میں جسمانی حرکت نہ ہی، مگر روحانی حرکت برابر قائم رہتی ہے، جس سے بدن میں سخونت پیدا ہوتی رہتی ہے)۔ —— اسے یاد رکھو —— (اور دوسری باتوں کی طرف دھیان نہ کرو، مثلاً محمد ابن زکریا کی رائے ہے کہ نیند اور بیداری دونوں میں نفس کی ایک حالت ہوتی ہے، اس لئے دونوں کا تقاضا اور اثر بھی

ایک ہی ہے) +

پھر جب نیند کی حالت میں غذا ہضم ہو چکتی ہے، تو نبض میں قوت پھر لوٹ آتی ہے، اس لئے کہ غذا کی وجہ سے قوت بھی بڑھ جاتی ہے؛ نیز اس وجہ سے بھی کہ حرارت غریزیہ کی توجہ، جو پہلے تدبیر غذا کی غرض سے اندر کی طرف ہو گئی تھی، اب پھر باہر کی طرف، اور اپنے مبدأ کی طرف (بیرونی اعضاء کی طرف، جہاں سے ابتداءً وہ اندر گئی تھی) ہو جاتی ہے (اس لئے اب قوت لوٹ آتی ہے)۔ اسی وجہ سے (قوت بڑھ جانے کی وجہ سے) اس وقت نبض عظیم بھی ہو جاتی ہے، نیز نبض میں عظم کے بڑھ جانے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ غذا (کے ہضم ہو جانے) کی وجہ سے مزاج میں حرارت بھی زیادہ ہو جاتی ہے، جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں، اور غذا کے نفوذ کرنے کی وجہ سے شریانوں میں نرمی بھی بڑھ جاتی ہے۔ لیکن نبض میں سرعت اور تواتر زیادہ نہیں بڑھتا ہے، اس لئے کہ اس سے (ہضم غذا کی وجہ سے) حاجتِ ترویح کچھ زیادہ نہیں بڑھ جاتی ہے (کہ عظمِ نبض سے بھی کام نہ چلے اور تواتر و سرعت کی ضرورت نہ پڑے)، اور نہ یہاں کوئی ایسی رکاوٹ ہوتی ہے، جو بقدر ضرورت عظم نہ حاصل ہونے دے۔ (ہاں اگر ایسی کوئی رکاوٹ ہوتی کہ بقدر ضرورت نبض میں عظم نہ حاصل ہو سکتا، تو اس کمی کا تدارک "سرعت اور تواتر" سے کیا جاتا) +

پھر جب سونے والا دیر تک سوتا رہتا ہے، تو نبض پھر ضعیف ہو جاتی ہے، کیونکہ (نیند کی درازی کی صورت میں) حرارت غریزیہ اور قوت اُن فضلات کے نیچے دب جاتی ہے، جو بیداری کی حالت میں مختلف استفراغات کے ذریعہ بدن سے خارج ہو جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ بیداری کے استفراغات کے اقسام میں سے ایک تو ریاضت ہے، دوئم استفراغات محسوسہ (مثلاً بول و براز، تھوک، رینٹھ وغیرہ) اور سوئم استفراغات غیر محسوسہ (مثلاً بخارات کے ذریعہ مواد کا تحلیل ہونا)۔ — اسے یاد رکھو — +

الغرض جب نیند جاری رہے گی، تو نہ ریاضت ہو گی،

اور نہ استفراغات محسوسہ[1] و غیر محسوسہ[2] ہو سکینگے، اس لئے بدن میں رطوبات و فضلات بکثرت جمع ہو کر حرارت غریزیہ اور قوت کو دبا دینگے، اور نبض میں ضعف لاحق ہو جائیگا +

لیکن جب نیند شروع ہی سے خلاء معدہ کو پاتی ہے (یعنی کوئی شخص خلاء معدہ کی صورت میں سو رہے) اور نہ وہ کسی ایسی چیز کو (ایسی خلط کو) پاتی ہے کہ اُس کی طرف توجہ کر کے اُسے ہضم کر ڈالے، تو ایسی نیند مزاج کو برودت کی طرف مائل کر دیتی ہے، جس سے نبض میں صغر، بطوء اور تفاوت کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے، اور یہ برابر (اُس وقت تک) بڑھتا چلا جاتا ہے (جب تک نیند کا سلسلہ قائم رہتا ہے) +

بیداری کے احکام نبض کے بارے میں

بیداری کے احکام بھی (نیند کی طرح نبض میں) مختلف ہیں۔ چنانچہ جب سونے والا (نیند پوری کر کے) اپنے آپ بیدار ہوتا ہے، تو بتدریج نبض میں عظم اور سرعت حاصل ہو جاتی ہے، اور نبض اپنی طبعی حالت کی طرف (جو بیداری میں پہلے تھی) لوٹ آتی ہے۔ لیکن جب کوئی شخص اچانک کسی ناگہانی حادثہ سے بیدار ہوتا ہے، تو اسکے بیدار ہوتے ہی پہلے تو نبض (ذرا دیر کے لئے) ساکن ہو جاتی ہے (یا نبض میں فتور لاحق ہو جاتا ہے) اس لئے کہ اس ناگہانی حادثہ سے قوت شکست کھا کر اندر کی طرف دوڑ جاتی ہے (اور قوت حیوانیہ تھوڑی دیر کے لئے تحریک سے رُک جاتی ہے)۔ پھر نبض عظیم، سریع، متواتر، اور مختلف مائل بہ ارتعاش ہو جاتی ہے، اس لئے کہ یہ حرکت (بیداری) "حرکت قسریہ" سے مشابہ ہوتی ہے، (یعنی طبیعت بالجبر مقابلہ کے لئے مجبور ہوتی ہے، اس لئے اسے زیادہ قوت اور زور سے کام کرنا پڑتا ہے) جس سے بدنی حرارت بھڑک اُٹھتی ہے، (جو نبض کو عظیم، سریع، اور متواتر کر دیتی ہے)۔ اور (نبض کے مختلف مائل بہ ارتعاش ہونے کی وجہ یہ ہے کہ) چونکہ قوت طبعاً اس

---

[1] استفراغات محسوسہ مثلاً پیشاب، پاخانہ، تھوک، رینٹھ وغیرہ +

[2] استفراغات غیر محسوسہ مثلاً بخارات کے ذریعے مواد کا تحلیل ہونا +

پیش آنے والے ناگہانی حادثہ کے دفعیہ کی غرض سے اچانک حرکت کرتی ہے
اس وجہ سے مختلف حرکات پیدا ہوتی ہیں (یعنی طبیعت گاہے تحریک نبض
کی طرف طبعًا توجہ کرتی ہے۔ اور گاہے اس حادثہ کے دفعیہ کی طرف،
اس لئے اس کی حرکتیں متخالف سرزد ہوتی ہیں) جس سے نبض میں طبعًا ارتعاش
پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ ارتعاش کچھ زیادہ عرصہ تک باقی نہیں رہتا ہے،
بلکہ جلد ہی اعتدال کی طرف لوٹ آتا ہے، اس لئے کہ اس ارتعاش کا
سبب اگرچہ قوی اور مستحکم سا ہے، مگر اس کا قیام دیرپا نہیں ہے، اور اس
سبب کے زوال و بطلان کا احساس (قوائے مدرکہ حساسہ کو) جلد ہی ہو جاتا ہے
(اس لئے نبض بھی جلد ہی طبعی حالت کی طرف لوٹ آتی ہے) +

ریاضت کی نبض کے احکام

ریاضت کے ابتدائی زمانہ میں، اور جب تک ریاضت درمیانی
درجہ کی (ریاضت معتدلہ) رہتی ہے، نبض عظیم اور قوی ہوتی ہے، کیونکہ
ان حالات میں حرارت غریزیہ بڑھتی جاتی اور قوی ہوتی چلی جاتی ہے نیز
ان حالات میں نبض نہایت سریع اور متواتر ہو جاتی ہے، کیونکہ ان حالات
میں حرکت کی تاثیر سے حاجت (حاجت نبض و نفس) بہت بڑھ جاتی ہے۔

ریاضت کی تعریف شیخ نے اس طرح بیان کی ہے:-

ریاضت اُس ارادی حرکت کا نام ہے، جس میں نفس عظیم
اور متواتر کی ضرورت پڑتی ہے۔ پھر ریاضت معتدلہ
اُسے کہتے ہیں جس میں بشرہ سُرخ ہو جاتا اور پھول جاتا ہے،
اور پسینہ کی آمد شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن جب بشرہ زرد اور
لاغر ہو جاتا ہے، اور پسینہ بکثرت بہنے لگتا ہے تو یہ ریاضت
مفرطہ ہے، جو نبض کو ضعیف کر دیتی ہے +

لیکن جب ریاضت دیر تک قائم رہتی ہے۔ یا جبکہ ریاضت نہایت
ہی شدید ہوتی ہے، خواہ بلحاظ مدت کے زیادہ لمبی نہ ہو تو اس حالت میں

جو باتیں قوت کی وجہ سے پیدا ہوا کرتی تھیں، وہ مفقود ہو جائیں گی (یعنے نبض قوی اور عظیم نہ ہو سکے گی) چنانچہ اس حالت میں حرارت غریزیہ کے تحلیل ہو جانے کی وجہ سے نبض ضعیف و صغیر ہو جائے گی۔ لیکن سرعت و تواتر دو وجوہ سے قائم رہیں گے: ایک تو اس وجہ سے کہ اس حالت میں نبض کی حاجت شدید ہوتی ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ اس حالت میں قوت اتنی کافی نہیں ہوتی ہے کہ نبض میں عظم پیدا کر سکے +

اس کے بعد قوت جس قدر ضعیف ہوتی چلی جاتی ہے۔ اسی قدر سرعت برابر کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور تواتر بڑھتا چلا جاتا ہے۔ پھر انجام کار اگر اسی طرح ریاضت کا سلسلہ قائم رہے، جس سے بدنی قوتیں ضعیف ہو جائیں، تو ضعف اور شدتِ تواتر کی وجہ سے نبض نملی ہو جاتی ہے +

پھر اگر ریاضت میں اس سے بھی زیادہ افراط کی جائے، حتی کہ ہلاکت قریب آ جائے، تو اس کے عمل سے تمام وہی باتیں پیدا ہوں گی، جو انحلالات (انحلالِ قوت) سے پیدا ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ اس حالت میں نبض کا میلان دودی کی طرف ہوتا ہے۔ پھر آخر میں وہ ضعف و صغر کے ساتھ متفاوت اور بطی ہو جاتی ہے +

حمام کرنے والوں کی نبض کا احکام

حمام گاہے گرم پانی سے کیا جاتا ہے، اور گاہے ٹھنڈے پانی سے۔ چنانچہ جب گرم پانی سے کیا جاتا ہے، تو اس سے ابتداءً وہی باتیں پیدا ہوتی ہیں، جو قوت و حاجت (شدتِ قوت اور شدتِ حاجت) کے اثر سے نمودار ہوا کرتی ہیں (یعنی نبض عظیم ہو جایا کرتی ہے)۔ لیکن جب حمام کی وجہ سے قوتیں بہت زیادہ تحلیل ہو جایا کرتی ہیں، تو نبض میں ضعف آ جایا کرتا ہے +

جالینوس کہتا ہے کہ "اس وقت میں (یعنی ضعف نبض کے وقت میں) نبض صغیر، بطی، اور متفاوت ہوا کرتی ہے" +

اس موقعہ پر چونکہ جالینوس نے، اپنے کلام کی زیادہ وضاحت

نہیں کی ہے، اس لئے بظاہر اس کے کلام سے یہی مفہوم ہوتا ہے
کہ اس حالت میں نبض ضعیف، صغیر، بطی اور متفاوت ہی ہوا کرتی
ہے؛ اور اس میں کوئی خاص قید اور کوئی خاص شرط نہیں ہے؛
حالانکہ ایسا نہیں ہے؛ بلکہ بعض اوقات بجائے بطوء اور
تفاوت کے سرعت اور تواتر بھی ہوا کرتا ہے، اس لئے شیخ نے
اپنے کلام سے اس کی اس طرح تفصیل کی ہے:
اس کے بعد ہم کہتے ہیں کہ (اس حالت میں) نبض کے اندر ضعف اور
صغر کا ہونا تو یہ ایک ایسی بات ہے کہ یہ لامحالہ ہوا ہی کرتی ہے (یہ تو ایک
دائمی اور لازمی چیز ہے۔ رہے بطوء اور تفاوت، تو ان میں مختلف حالات
اور آثار کے اختلاف سے فرق ہے، چنانچہ شیخ فرماتے ہیں:)
لیکن گرم پانی جب اپنی عارضی حرارت کے ذریعہ سے اندرونی اعضا
میں تسخین پیدا کرتا ہے، تو اسکی دو صورتیں ہیں۔ (۱) گاہے یہ تسخین دیرپا اور
قائم نہیں رہتی ہے، بلکہ اسپر اس کے طبعی تقاضے کا، یعنی برودت کا غلبہ ہوجاتا
ہے؛ اور (۲) گاہے وہ تسخین قائم ہو جاتی ہے، اور اس کی گرمی اعضاء
کے ساتھ چمٹ جاتی ہے +
چنانچہ جب عارضی کیفیت کا حکم غالب ہوتا ہے (یعنی جبکہ بدن کے
اندر گرم پانی کی گرمی قائم ہوتی ہے) تو نبض سریع اور متواتر چلتی ہے: اور
جب طبعی تقاضے کا غلبہ ہوتا ہے (یعنی اعضاء میں برودت غالب ہوتی ہے)
تو نبض بطی اور متفاوت ہو جاتی ہے +
علیٰ ہذا جب گرم پانی کی اس عارضی تسخین سے بدنی قوتیں اسقدر
زیادہ تحلیل ہوجاتی ہیں کہ غشی قریب آجاتی ہے، تو اس حالت میں بھی نبض
بطی اور متفاوت ہی ہوا کرتی ہے +
اس کلام کا خلاصہ یہ ہوا کہ گرم پانی سے حمام کرنے کی صورت
میں جب تحلل کی زیادتی ہو جاتی ہے تو نبض کے اندر ضعف صغر
کا ہونا ایک دائمی امر ہے۔ رہے بطوء اور تفاوت، تو آخر میں

یہ دونوں چیزیں بھی ہمیشہ ظاہر ہوا کرتی ہیں۔ لیکن درمیانی زمانہ میں ان دونوں کے احکام گرم پانی کی کیفیت ذاتیہ اور کیفیت عرضیہ کی وجہ سے مختلف ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس درمیانی زمانہ میں گاہے نبض کے اندر سرعت و تواتر نمودار ہوتے ہیں، جو انجام کار فرط تحلیل کی وجہ سے بطوء اور تفاوت میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ گیلانی +

جب ٹھنڈے پانی سے حمام کیا جاتا ہے، تو اس کی دو صورتیں ہیں:
(۱) اگر ٹھنڈے پانی کی برودت بدن کے اندر گھس جاتی ہے تو یہ نبض کو ضعیف اور صغیر کر دیتی ہے اور اس کے اندر تفاوت اور بطوء پیدا کر دیتی ہے، اور
(۲) جب اس کی برودت بدن کے اندر داخل ہونے کی بجائے (مسامات کو بند کر کے) بدنی حرارت کو سمیٹ لیتی ہے، تو بدنی قوت میں اضافہ کر کے نبض میں کسی قدر عظم پیدا کر دیتی، اور سرعت و تواتر کو کم کر دیتی ہے +

رہے گرم چشموں کے پانی، تو ان میں سے جو مجفف ہیں (مثلاً میاہ شبیہ اور زاجیہ) وہ نبض میں صلابت بڑھا دیتے، اور عظم گھٹا دیتے ہیں۔ اور ان میں سے جو مسخن ہیں (جن میں گندھک کا اثر غالب ہے، جن کو "میاہ کبریتیہ" کہا جاتا ہے) یہ نبض میں سرعت بڑھا دیتے ہیں۔ لیکن اگر ایسے میاہ مسخنہ قوتوں کو تحلیل کر دیں، تو اس وقت ان کے وہی احکام ہوں گے جن کے بیان سے ہم ابھی فارغ ہو چکے ہیں (یعنی اس وقت ایسے پانی کا وہی حکم ہو گا جو گرم پانی سے حمام کرنے کا حکم ہے، جبکہ اس سے قوتیں بہت زیادہ تحلیل ہو جائیں) +

حاملہ عورتوں کی نبض

حاملہ عورتوں میں اگر حاجت نبض کو دیکھا جائے، تو وہ ان میں یقیناً شدید ہوتی ہے۔ کیونکہ بچہ بھی اسی نسیم میں شریک ہوتا ہے، جو ماں اپنی سانس کے ذریعہ اندر کھینچتی ہے۔ گویا ماں کے سانس کے ساتھ دو

حاجتیں دو جان کے لئے وابستہ ہیں +

اولاً اگر حاملہ عورتوں میں قوت کو دیکھا جائے تو ان میں حمل کی وجہ سے وہ نہ بڑھ ہی جاتی ہے اور نہ بہت زیادہ گھٹ ہی جاتی ہے، ہاں اگر ان میں قوت کسی قدر گھٹ جاتی ہے، تو وہ محض خفیف طور پر صرف اس قدر، جو ایک بوجھ کے اٹھانے کا تکانی اثر ہو سکتا ہے +

ان وجوہ سے حاملہ عورتوں کے نبض کے احکام وہی ہونگے، جو اوسط درجہ کی قوت اور شدت حاجت کے وقت ہوا کرتے ہیں، یعنی نبض عظیم، سریع، اور متواتر ہوگی +

یہ ظاہر ہے کہ بچہ جب تک رحم مادر کے اندر قیام رکھتا ہے، اس کے ہر قسم کے سامان غذائی و ہوائی کی کفیل ماں ہوتی ہے اس لئے ماں جو غذاء کھاتی ہے، اور جو ہوا، سانس کے ذریعہ اندر کھینچتی ہے، اس سے جس طرح ماں کے اعضاء کو حصہ ملتا ہے، اسی طرح بچہ کے اعضاء بھی اس میں شریک ہوتے ہیں. الغرض ماں کی غذاء کی طرح اس کے سانس کے ساتھ دو حاجتیں وابستہ ہوتی ہیں: ایک حاجت کا تعلق، ماں کی ذات سے ہے، اور دوسری کا تعلق جنین سے. اس طرح ماں گویا دو ہستیوں کے لئے دو سانس لیتی ہے +

بچہ شکم مادر کے اندر کیونکر سانس لیتا ہے؟ اس کو علامہ گیلانی نے اجمالاً اس طرح بتایا ہے کہ "بچہ ناف کی راہ اُن شریانوں کے ذریعہ سے سانس لیتا ہے، جو تغذیہ روحی کے لئے وہاں پیدا کی گئی ہیں"

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جنین کے اندرونی اعضاء سے چند رگیں ناف کی راہ باہر نکلتی ہیں، جو رحم مادر سے بذریعہ مشیمہ تعلق پیدا کر لیتی ہیں. انہیں رگوں کے ذریعہ سامان غذا و ہوا خون شریانی کی صورت میں مشیمہ سے، یا بالفاظ دیگر خون مادر

سے بچہ کے اندرونی اعضار تک پہونچتے ہیں اور ان ہی میں سے بعض رگیں بدن جنین کے فضلات غذائیہ و تنفسیہ کو وریدی خون کی صورت میں مشیمہ تک پہونچانے کی خدمت انجام دیتی ہیں جن رگوں میں شریانی خون ہوتا ہے، اور جن کی راہ رحم مادر سے سامان غذار و سامان روح بدن جنین تک پہونچتا ہے، انکو اطبار اپنی اصطلاح کے مطابق "شرائین" کہتے ہیں، حالانکہ ان میں نہ تڑپ ہوتی ہے، اور نہ انکا تعلق قلب کے بائیں بطن سے ہوتا ہے، جیسا کہ پھیپھڑے کی شرائین وریدیہ کی وجہ تسمیہ میں بتایا جاتا ہے، اور جن رگوں میں وریدی خون ہوتا ہے، اور جن کی راہ بدن جنین کے مذکورہ فضلات وریدی خون کی صورت میں تبادلہ و تنسیم کے لئے مشیمہ تک واپس جاتے ہیں، ان کو ہمارے اطبار ورید شریانی کی اصطلاح کے مطابق "اوردہ" کہتے ہیں، حالانکہ ان میں دوسری شریانوں کی طرح ضربان بھی ہوتی ہے، اور ان کا تعلق بدن جنین میں شریانوں سے ہوتا ہے، جس طرح ناف کی مذکورہ بالا شریانوں کا تعلق اجوف سے، اور اجوف کے ذریعہ قلب جنین کے دائیں اذن سے قائم ہوتا ہے +

دردوں کی نبض

درد نبض میں بچند وجوہ تغیر پیدا کرتا ہے:-

(۱) گاہے درد اپنی شدت کی وجہ سے نبض کی حالت کو بدل دیتا ہے۔ (۲) گاہے نبض کی چال میں اس وجہ سے تغیر حاصل ہو جاتا ہے کہ درد کسی عضو رئیس (یا کسی عضو شریف) میں لاحق ہے +

(۳) گاہے نبض کی چال اس وجہ سے متغیر ہو جاتی ہے کہ درد ایک عرصہ دراز سے قائم ہے (اور بمدت مدید سے قوتوں کو تحلیل کر رہا ہے) +

چنانچہ درد جب اپنے ابتدائی زمانہ میں ہوتا ہے (یعنی درد جب

شروع شروع نمودار ہوتا ہے) تو درد کی وجہ سے قوتِ مدافعت و مقابلہ میں ہیجان و تحریک پیدا ہوتی ہے، اور بدنی حرارت مشتعل ہو جاتی ہے، اسلئے نبض ایسے وقت میں عظیم و سریع اور نہایت درجہ متفاوت ہو جاتی ہے. متفاوت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عظیم و سُرعت کے ذریعہ سے حاجت (حاجت ترویح) پوری ہو جاتی ہے، (اور تواتر کی ضرورت پیش نہیں آتی) +

لیکن جب درد مذکورہ بالا وجوہ سے (شدت درد سے، عضو رئیس میں ہونے سے، یا طول مدت کی وجہ سے) بدنی قوت کو کمزور کر دیتا ہے، تو نبض کے مذکورہ احکام بدل جاتے ہیں، اور نبض (نقصان قوت کی وجہ سے) ناقص ہو جاتی ہے، یعنی عظیم و سرعت زائل ہو جاتے ہیں، اور ان کے بجائے ابتدأً شدت تواتر لاحق ہوتی ہے، اس کے بعد صغر، اور اس کے بعد دُودیت و نملیت۔ پھر اگر درد میں اور بھی اضافہ ہو جائے (یا قوتیں اور بھی زیادہ تحلیل ہو جائیں) تو نبض میں انجام کار تفاوت لاحق ہو گا، اور اس کے بعد موت +

نبض اور اورام

بعض اورام اس وجہ سے بخار کے باعث بنتے ہیں کہ وہ بڑے ہوتے ہیں، یا اس وجہ سے کہ وہ جس عضو میں واقع ہوتے ہیں، وہ شریف ہیں، اس لئے ایسے اورام سارے بدن کی نبض میں تغیر پیدا کر دیا کرتے ہیں، (کیونکہ بخار کی وجہ سے بدن کی حرارت غریبہ مشتعل ہو جاتی ہے، اور اس کے اثر سے تمام بدن کے شرائین کی حرکت نبضیہ بدل جاتی ہے) اس تغیر سے ہماری مُراد وہ مخصوص تغیر ہے، جو بخار کی وجہ سے نبض میں پیدا ہوا کرتا ہے +

ان کے برعکس بعض اورام بخار کے باعث نہیں بنتے. ایسے اورام بالذات (براہ راست) انہیں اعضار کی مخصوص نبضوں میں تغیر پیدا کرتے ہیں، جن میں یہ اورام واقع ہوتے ہیں اور گاہے بالعرض (بالواسطہ درد کے توسط سے) سارے بدن کی نبض میں بھی تغیر پیدا کر دیتے ہیں، نہ اس وجہ سے کہ وہ ورم ہیں، بلکہ اس وجہ سے کہ وہ درد انگیز ہوتے ہیں (اور

درد ہی اس تغیر کا اصلی ذریعہ ہوتا ہے. نفس ورم سارے بدن کی نبض کے تغیر کا ذریعہ نہیں ہوتا) +

یعنی جو اورام باعث بخار نہیں ہوتے، وہ گاہے نبض میں بالذات، یعنی کسی دوسری چیز کے توسط کے بغیر، نبض میں تغیر پیدا کرتے ہیں. اس قسم کا تغیر نبض کے اندر محض عضو متورم تک ہی محدود رہتا ہے، اور گاہے ایسے اورام اپنے عضو متورم کی نبض میں تغیر پیدا کرنے کے باوجود بالعرض، یعنی درد کے توسط سے، سارے بدن کی نبض میں تغیر پیدا کیا کرتے ہیں +

پھر ورم سے نبض میں جو تغیرات نمودار ہوتے ہیں، ان میں سے بعض تغیرات ورم کی نوعیت کے تابع ہوتے ہیں، بعض تغیرات اوقات ورم کے تابع ہوتے ہیں، بعض تغیرات مقدار ورم کے تابع ہوتے ہیں، بعض تغیرات اُس عضو کے تابع ہوتے ہیں، جن میں یہ لاحق ہوتے ہیں، اور بعض تغیرات ان اورام کے عوارض لازمہ کے تابع ہوا کرتے ہیں +

چنانچہ جو تغیرات نوعیت ورم کے تابع ہوا کرتے ہیں، اس لحاظ سے ابتداءً ورم حار کی مثال پر غور کیا جائے. ورم کی اس نوعیت سے (نوعیت حارہ سے) نبض میں نشاریت، ارتعا: دار تعاش (کپکپی) اور سُرعت و تواتر لاحق ہو جاتے ہیں، بشرطیکہ کوئی رطوبت پیدا کرنے والا سبب اس میں رکاوٹ نہ ڈالے، ورنہ نبض سے نشاریت باطل ہو جائیگی اور اس کی جگہ موجیت آ جائیگی (مثلاً یہ کہ مادہ ورم میں باوجود حرارت کے رطوبت بھی ہو، یا علاجاً مُرخی اور مرطب دوائیں استعمال کی گئیں، یا ورم کسی مرطوب عضو میں ہو، یا یہ کہ ورم میں پیپ پڑ گئی ہو، ان تمام صورتوں میں نبض سے منشاریت مفقود ہو جائے گی، اور منشاریت کے بجائے نبض موجی ہو جائے گی) +

رہے ارتعاد، سُرعت، ارتعاش، اور تواتر، تو یہ لازمی طور پر ہر صورت میں پائے جاتے ہیں، (خواہ کوئی سبب مُرطب موجود ہو یا نہ ہو) +

اور جس طرح بعض اسباب نبض سے منشاریت کو روک دیتے (یا کم کر دیتے) ہیں، اسی طرح بعض اسباب اس قسم کے بھی ہوا کرتے ہیں، جو نبض میں منشاریت کو بڑھا دیتے اور نمایاں کر دیتے ہیں +

ورم لیّن (نرم ورم، یعنی وہ ورم جس کے مادہ میں رطوبت کا غلبہ ہوتا ہے، بشرطیکہ اس میں گرمی یا سردی کی کثرت نہ ہو) نبض کو موجی بنا دیتا ہے، لیکن اگر ایسے ورم میں برودت (سردی) کی افراط ہوتی ہے، تو اس میں (موجیت کے باوجود) نبض بطی اور متفاوت ہو جاتی ہے +

ورم صُلب (جس ورم میں صلابت یعنی سختی ہوتی ہے) نبض میں منشاریت کو بڑھا دیتا ہے +

رہا ورم جبکہ **خراج** (پھوڑے) میں تبدیل ہو جاتا ہے (یعنی جبکہ ورم گرم میں پیپ پڑ جاتی ہے) تو رطوبت و لیونت کی وجہ سے، جو تقیح سے پیدا ہو جاتے ہیں، نبض کی منشاریت موجیت میں تبدیل ہو جاتی ہے، اور خراج (پھوڑا) کے ثقل کی وجہ سے نبض میں اختلاف بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ رہے سُرعت و تواتر، تو چونکہ ورم کے پک جانے کے بعد حرارت عرضیہ میں سکون آ جاتا ہے، اس لئے سُرعت و تواتر میں بھی بسا اوقات کمی آ جاتی ہے +

رہے وہ تغیرات جو اوقات ورم کے تابع ہوا کرتے ہیں، تو انکی تفصیل یہ ہے کہ ورم حار جب تک اپنے زمانہ تزید میں ہوتا ہے، اُس وقت تک نبض کے اندر منشاریت اور دوسری تمام مذکورہ باتیں (یعنی سُرعت و تواتر وغیرہ) بڑھتی چلی جاتی ہیں، اور ورم کے بڑھتے ہوئے تناؤ کی وجہ سے برابر صلابت میں اور درد کی وجہ سے نبض کے ارتعاد میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے +

پھر جب ورم انتہا کے قریب پہونچ جاتا ہے، تو (نبض کے) تمام عوارض، باستثنا ان عوارض کے جو قوت سے وابستہ رہتے ہیں، بڑھ جایا کرتے ہیں، چنانچہ نبض کا تواتر اور اُس کی سُرعت بڑھ جایا کرتی ہے، اور وہ باتیں کمزور ہو جایا کرتی ہیں، جو قوت سے پیدا ہوتی ہیں (مثلاً عظم) +

پھر جب ورم کا زمانہ دراز ہو جاتا ہے، تو نبض سے سُرعت باطل

ہوجاتی ہے، اور وہ نملی بن جاتی ہے +

اس کے بعد جب ورم اپنے زمانہ انحطاط کو طے کرتا ہوا تحلیل ہونے لگتا یا پھوٹ پڑتا ہے، تو نبض قوی ہوجاتی ہے، اور اس کے ارتعاد میں تخفیف ہوجاتی ہے +

رہے وہ تغیرات جو مقدار ورم کے تابع ہوتے ہیں، تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ ورم جتنا بڑا ہوتا ہے، اسی قدر نبض کے مذکورہ عوارض (یعنی منشاریت وغیرہ) بڑے اور زیادہ ہوتے ہیں، اور جس قدر ورم چھوٹا ہوتا ہے، اسیقدر وہ عوارض کم اور چھوٹے ہوتے ہیں +

رہے وہ تغیرات جو متورم اعضاء کے لحاظ سے نبض میں پیدا ہوتے ہیں، تو ان کی تفصیل یہ ہے کہ جب ورم اعضائے عصبانیہ میں لاحق ہوتا ہے، تو نبض کی صلابت و منشاریت بڑھ جاتی ہے، اور جب ورم اعضائے عروقیہ میں لاحق ہوتا ہے (جن میں عروق بکثرت ہوتے ہیں، مثلاً جگر، طحال، شش) تو نبض میں عظم زیادہ اور اختلاف شدید نمایاں ہوتا ہے، علی الخصوص جبکہ ان اعضاء میں شریانیں زیادہ ہوں، مثلاً طحال و شش۔ پھر یہ بھی یاد رکھو کہ یہ عظم نبض میں اسی وقت تک قائم رہتا ہے، جب تک قوت قائم رہتی ہے، اور جب ورم دماغ، شش جیسے مرطوب اور نرم اعضاء میں لاحق ہوتا ہے، تو نبض موجی ہوجاتی ہے +

رہے وہ تغیرات جو ورم کے (بعض) عوارض کے تابع ہوا کرتے ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے کہ مثلاً ورم ریہ میں نبض خناقی چلتی ہے (جیسی کہ مرض خناق میں چلتی ہے)، ورم جگر کی حالت میں "نبض ذبولی" ہوجاتی ہے (جیسی کہ ذبول اعضاء کی صورت میں چلا کرتی ہے)، گردوں کے ورم کے وقت "نبض حصری" ہوجاتی ہے (جیسی کہ احتباس بول کے وقت ہوجاتی ہے) اور جب معدہ اور حجاب حاجز جیسے قوی الحس اعضاء میں ورم ہوتا ہے، تو "نبض تشنجی غشی" ہوجاتی ہے (کیونکہ اعضاء کے ورم کی وجہ سے تشنج اور غشی بطور عوارض کے پیدا ہوجاتے ہیں، اس لئے اس وقت نبض کی چال میں بھی ان عوارض

کے مطابق اثر اور تغیر لاحق ہو جاتا ہے) +

نبض کے احکام عوارض نفسانیہ کی لحاظ سے

غضب (غصہ) چونکہ قوت میں یک لخت ہیجان و جوش پیدا کر دیتا ہے، اور روح کو دفعۃً (قلب سے بیرونی اعضاء کی طرف) پھیلا دیتا ہے، اسلئے یہ نبض کو عظیم، بہت شاہق (بلند)، سریع اور متواتر بنا دیتا ہے، اور یہ کوئی ضروری امر نہیں ہے، کہ اس حالت میں نبض کے اندر اختلاف بھی پیدا ہو جائے کیونکہ غصہ کی حالت میں نفسانی انفعال و تاثر ایک جیسا ہوتا ہے۔ ہاں اگر غصہ کے ساتھ ڈر اور خوف بھی مخلوط ہو جائے (جیسا کہ بعض اوقات ہوا کرتا ہے) جس سے ایک وقت میں اگر غصہ کا غلبہ ہو تو دوسرے وقت میں خوف کا (تو اس صورت میں ان مختلف تاثرات کے غلبہ کے لحاظ سے نبض میں اختلاف پیدا ہو جائیگا) +

اسی طرح جب غصے کے ساتھ شرمندگی بھی مخلوط ہو جاتی ہے، یا جب (جذبۂ انتقام اور) عقل کی کشمکش شروع ہو جاتی ہے، اور عقل غضبناک انسان کو بزور اس امر سے روکنے کی کوشش کرتی ہے کہ وہ مشتعل ہو کر مخالف اور مغضوب علیہ سے بھڑ نہ جائے (تو ایسی صورت میں ان مختلف جذبات کی وجہ سے نبض کے اندر اختلاف نمودار ہو جاتا ہے) +

لذت سے چونکہ روح اور قوت باہر کی طرف بتدریج حرکت کرتے ہیں اس لئے یہ نبض میں اس قدر سرعت اور تواتر نہیں پیدا کرتی، جس قدر کہ غضب پیدا کرتا ہے، بلکہ بسا اوقات لذت کی صورت میں حاجت ترویح نبض کے عظم ہی سے پوری ہو جاتی ہے (اور سرعت و تواتر کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی)، اس لئے نبض بطی اور متفاوت ہو جایا کرتی ہے +

یہی حال "**فرحت و سرور**" کی نبض کا بھی ہے، جس میں نبض بشرط اونکا سیقدر لیسو کے ساتھ "عظیم" ہوا کرتی ہے، اور اس میں کسی قدر بطوء اور تفاوت کی طرف میلان ہوا کرتا ہے +

مذکورہ بالا احکام بیان کرنے کے بعد شیخ نے "ہم" اور "خجل" (شرمندگی) کا ذکر مستقل طور پر الگ نہیں کیا، اس لئے کہ ان دونوں کیفیات نفسانیہ میں روح کی حرکت گاہے اندر کی طرف اور گاہے باہر کی طرف ہوا کرتی ہے، جس کے احکام اُوپر کے بیان سے معلوم ہو گئے. (گیلانی) +

غم کی صورت میں چونکہ حرارت گھٹ جاتی اور اندر چلی جاتی ہے، اور قوت ضعیف ہو جاتی ہے، اس لئے نبض غم کی حالت میں صغیر، ضعیف، متفاوت اور بطی ہو جایا کرتی ہے +

فزع (ڈر) اگر اچانک لاحق ہو، تو نبض سریع، مُرتعد (مرتعش) اور مختلف غیر منتظم ہو جاتی ہے. اور جب خوف کی حالت دراز ہو جاتی ہے یا جب خوف و ہراس کی کیفیت تدریجاً لاحق ہوتی ہے (نہ کہ اچانک) تو نبض میں اسی قسم کے تغیرات لاحق ہوا کرتے ہیں، جیسے غم کے وقت طاری ہوتے ہیں +

اُن امور کے چند تغیرات جو طبیعت کی مضاد ہیں

بعض امور بدن انسان کے لئے "ضروری" ہیں مثلاً ستہ ضروریہ، بعض امور "نہ ضروری ہیں، اور نہ مضاد" مثلاً ریاضت، حمام، غیر معتاد ماکولات و مشروبات، اور بعض امور "مضاد طبیعت" ہوتے ہیں، جن کا اس وقت تذکرہ ہے، اور ان سے نبض میں کچھ تغیرات پیدا ہوتے ہیں +

نبض کی ہیئت اور کیفیت میں تغیر (۱) گاہے اس وجہ سے لاحق ہوتا ہے کہ بدن میں کسی قسم کا سوءِ مزاج لاحق ہو جاتا ہے، چنانچہ ہر ایک سوءِ مزاج کی نبض کا حال تمہیں معلوم ہو چکا ہے +

(۲) گاہے نبض کی ہیئت میں تغیر اس وجہ سے لاحق ہوتا ہے کہ قوت دب جاتی ہے، جس سے نبض مختلف ہو جاتی ہے. پھر اگر دباؤ بہت شدید ہوتا ہے تو نبض کا نظام بھی جاتا رہتا ہے، اور وزن بھی غائب ہو جاتا ہے +

دباؤ ڈالنے والی چیز (ضاغط) کیا ہے؟ زیادہ مادہ کی کثرت ہے۔
خواہ یہ کثرت کسی قسم کی ہو (مگر یہ ضروری ہے کہ مادہ کی یہ کثرت غیر طبعی ہو) اور
خواہ یہ کثرت مادہ ورم کی صورت میں ہو، یا ورم کی صورت میں نہ ہو۔
(۳) گاہے نبض میں تغیر اس وجہ سے لاحق ہوتا ہے کہ قوت تحلیل ہو جاتی
ہے، جس سے نبض ضعیف ہو جایا کرتی ہے۔ اس کی مثال درد کی شدت ہے
اور وہ آلام نفسانیہ (روحانی تکلیفیں) جو قوت کو بہ شدت تحلیل کر دیتے ہیں۔
(جس سے نبض میں تغیر لاحق ہو جاتا ہے)۔

جزئیات نبض

مختلف امراض کی نبضیں

(از قانون شیخ)

فرانیطس حقیقی[1] کے مریضوں کی نبض صلب ہوتی ہے۔ اور باوجود منضغط
اور ضعیف ہونے کے اس میں کچھ نہ کچھ قوت بھی ضرور ہوتی
ہے۔ نیز انقباض کا آخری حصہ اور انبساط کا ابتدائی حصہ نسبتاً سریع ہوتا ہے
اس نبض کی منشاریت میں تھوڑی سی موجیت ضرور ہوتی ہے۔ کبھی
ایسا بھی ہوتا ہے کہ فرانیطس حقیقی کے مریضوں کی چند نبضیں عریض یا عظیم ہو جاتی
ہیں، گاہے یہ متواتر بھی ہو جاتی ہے۔ اور گاہے اس کے اجزاء میں بلحاظ
وضع کے اختلاف وارتعاش لاحق ہو جاتا ہے، جو غشی کا منذر ہے۔ لیکن اگر
یہ اختلاف، ارتعاش، اور ارتعاد اس جنس سے ہو، جو شریان کی صلابت
اور قوت کے قوی ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ تو غشی کا منذر نہیں ہوتا ہے،
اور کبھی ان کی نبض میں تشنج لاحق ہو جاتا ہے، جو منذر تشنج ہے۔
فرانیطس حقیقی (سرسام گرم حقیقی) اگر لیثرغس کی طرف منتقل ہو جائے

[1] فرانیطس کی لغوی تحقیق پورے طور پر کی گئی، جس سے ثابت ہوا کہ یہ لفظ
دراصل (ف) کے ساتھ ہے، نہ کہ قاف کے ساتھ۔ کبیرالدین۔

تو نبض میں بطوء اور نرمی پیدا ہو جاتی ہے، اور اگر دق کی طرف منتقل ہو جائے تو نبض صغیر اور صلب چلنے لگتی ہے (از قانون) +

لیشرغس (سرسام بلغمی) میں نبض عظیم، متفاوت، بطی، زلزلی، موجی، اور ذات الرئیہ والوں کی نبض سے مشابہ ہوتی ہے، لیکن یہ بلحاظ چوڑائی اور طول کے کم ہوتی ہے، اس میں بطوء اور تفاوت زیادہ ہوتا ہے، نیز اس میں اختلاف کم ہوتا ہے۔ لیشرغس میں اکثر اوقات نبض واقع فی الوسط ہوا کرتی ہے (قانون) +

مریضان عشق کی نبض اصحاب ہم اور متفکر مند لوگوں کی طرح مختلف بے نظام ہوتی ہے، اور جب مریض عشق کے سامنے اس کے معشوق کا ذکر کیا جاتا ہے یا جب اچانک محبوب سے ملاقات ہو جاتی ہے، تو اس وقت خصوصیت کے ساتھ نبض میں تغیر آجاتا ہے +

اگر یہ پتہ نہ ہو کہ اس کا معشوق کون ہے؟ تو اس طریقہ سے اُس کا پتہ لگ سکتا ہے۔ چنانچہ معشوق کے پتہ چلانے کا حیلہ یہ ہے: معالج عاشق کی نبض پر انگلیاں رکھے اور پھر قرائن سے بہت سے لوگوں کے نام عاشق کے سامنے لئے جائیں، اور ان ناموں کو بار بار دُہرایا جائے۔ جس نام پر ہر بار نبض میں اختلاف عظیم نمودار ہو، اور نبض منقطع جیسی ہو کر اپنی حالت پر لوٹ آئے، تو سمجھنا چاہئے کہ یہی معشوق کا نام ہے۔ اس کے بعد اسی طرح عاشق کے سامنے شکل و شمائل، رہائش و مسکن، صنعت و حرفت، نسب و حسب کا ذکر کیا جائے، اور سب کو اس کے معشوق کی طرف منسوب کیا جائے! جس چیز کے ذکر کرنے سے عاشق کی نبض میں تغیر پیدا ہو۔ اسے یاد رکھا جائے، اور اسی طرح بار بار کیا جائے۔ اس تدبیر سے معشوق کی ساری باتیں — نام، حُلیہ، اور پیشہ وغیرہ — معلوم ہو سکتی ہیں +

اصحاب خناق کی نبض ابتدا میں متواتر مختلف ہوتی ہے، اور اس کے بعد صغیر، متفاوت ہو جاتی ہے +

سلہ زلزلی اور موجی، دونوں نبضیں قریب قریب ہیں +

دمہ کے مریضوں کی نبض بالعموم خفقانی (خفقان کے مانند) ہوتی ہے +
ذات الجنب خالص میں نبض منشاری ہوتی ہے ۔ منشاریت انتہا کے وقت اور بھی بڑھ جایا کرتی ہے +
ذات الریہ میں نبض موجی اور لین ہوتی ہے ، اور نبض موجی میں یہ ضروری ہے کہ ایک ہی انبساط میں اختلاف ہو ۔ اور کبھی اس مرض میں نبض منقطع بھی ہو جاتی ہے ، اور گاہے ذو قرعتین بھی ؛ اور یہ بھی ایک ہی انبساط کے لحاظ سے ہوتی ہے ، اور گاہے یہ متعدد انبساطوں کے لحاظ سے ہوتی ہے علیٰ ہٰذا گاہے متعدد انبساط میں فترہ (سکون) ہو جاتا ہے ۔ اور گاہے اس مرض میں نبض واقع فی الوسط ملتی ہے +
ذات الریہ کے مریض کی نبض اکثر اوقات عظیم ہی ہوا کرتی ہے ۔ البتہ اگر قوت بے حد ضعیف ہو جائے ، تو نبض اس وقت عظیم نہیں رہتی ۔ رہا نبض کا تواتر ، تو اس میں بخار کی کمی و بیشی کے لحاظ سے قلت و کثرت ہوا کرتی ہے +
حرارت قلب کی صورت میں نبض سریع ، عظیم اور متواتر ہوتی ہے لیکن برودت قلب کی حالت میں نبض اس کے برخلاف (بطی ، صغیر اور متفاوت) چلتی ہے ، اور اگر قلب میں رطوبت کا غلبہ ہو تو نبض لین ہوتی ہے ، اور اگر قلب میں خشکی کی زیادتی ہو تو نبض میں صلابت ہوتی ہے ، اگر نبض قوی ، مستوی اور مختلف منتظم ہو تو یہ صحت قلب کی دلیل ہے ، لیکن اگر ان کے برخلاف ہو تو عدم صحت قلب کی علامت ہے +
خفقان کے جملہ اقسام میں نبض حد سے زیادہ مختلف ہوتی ہے ۔ نبض کا اختلاف عظم و صغر ، سرعت و بطوء ، اور تفاوت و تواتر میں ہوا کرتا ہے ۔ مریضان خفقان کی نبض اکثر اوقات دمہ کے مریضوں کی نبض سے مشابہ ہوتی ہے ۔ **خفقان رطب** میں نبض زیادہ لین (نرم) ہوا کرتی ہے +
غشی کیلئے نبض سب سے بڑی دلیل ہے ۔ اگر قیام[۱] قوت کے باوجود نبض

---

[۱] غشی کی دو صورتیں ہیں : ایک یہ ہے کہ باوجود بدن کے قوی ہونے کے کسی بیرونی سبب سے غشی پیدا ہو گئی ہو ؛ دوسری صورت یہ ہے کہ بدن کی قوتیں نڈھال ہو چکی ہوں +

میں انقباض ہو، تو یہ ایسے مادہ کی موجودگی کی علامت ہے، جس نے قوت کو دبا کر اور تھوڑ کر کے غشی پیدا کردی ہے۔ اور اگر نبض میں شدید اختلاف ہو۔ فترات زیادہ واقع ہوتے ہوں، اور نبض میں صغر بھی زیادہ ہو تو یہ اس امر کی علامت ہے کہ قوت بالکل سرے سے تحلیل ہوگئی ہے، اور بدن میں قائم نہیں رہی ہے۔

جگر کے ورم گرم میں نبض موجی، عظیم، متواتر، اور سریع ہوتی ہے۔

استسقائے زقی میں مریض کی نبض صغیر اور متواتر مائل بہ صلابت ہوتی ہے، جس میں کسی قدر تمدد ہوتا ہے، اور اخیر درجۂ مرض میں رطوبت کی کثرت کے باعث نبض اکثر نرمی کی طرف مائل ہوجاتی ہے۔

استسقائے لحمی کے مریض کی نبض موجی، عریض، اور لین ہوتی ہے۔

استسقائے طبلی کے مریض کی نبض زقی اور لحمی کے مریضوں کی نبض کی نسبت طویل ہوتی ہے، اور ضعیف نہیں ہوتی ہے، اور اس مرض کے مریض کی نبض اکثر سریع، متواتر، اور مائل بہ صلابت و تمدد ہوتی ہے۔

یرقان اصفر میں نبض اکثر حالات میں صغیر ہوتی ہے، لیکن اس کا صغر زیادہ نہیں ہوتا ہے، البتہ خشکی کی شدت کے باعث نبض میں صلابت ہوتی ہے۔

حمائے یوم (یک روزہ بخار) میں نبض (کم و بیش) سریع، قوی، اور عظیم ہوا کرتی ہے، البتہ وہ صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں، جن میں یہ بخار ضعیف کرنے والے انفعالات (مثلاً ہموم و غموم) سے پیدا ہوتا ہے، (ایسی صورتوں میں نبض قوی ہونے کے بجائے ضعیف ہوا کرتی ہے) یا یہ کہ فم معدہ میں اذیت پہونچانے والی کوئی خلط ہو، یا برودت ہو، یا بخار کے سوا کوئی اور ایسا سبب ہو، جو صغر نبض کا باعث ہوجائے۔

حمائے یوم کی نبض میں اختلاف شاذونادر ہوا کرتا ہے (کیونکہ اس میں قوت ایسی زیادہ ضعیف نہیں ہوتی ہے) اگر اختلاف ہو بھی جائے تو

انتظام نبض برقرار رہتا ہے، اگر اس کے برخلاف ظاہر ہو تو (یقیناً) کوئی دوسرا سبب ہوگا، جو بخار سے پہلے گذر چکا ہوگا، یا اس کے ساتھ ہوگا، مثلاً سخت تھکن (تعب شدید) ہو، یا احشاء میں لذع شدید ہو، یا اس کے مانند کوئی اور تکلیف ہو +

اس بخار میں کبھی نبض صلب ہو جاتی ہے، جسکی وجہ گاہے شدید تکثیف (کثیف کرنے والی) اور جماد دینے والی برودت ہوتی ہے، گاہے دھوپ کی شدید مجفف گرمی، گاہے شدید مجفف تکان، گاہے سخت بھوک، گاہے بے خوابی، گاہے رنج و غم، گاہے استفراغ وغیرہ +

حمائے یوم غمیہ میں نبض میں کسی قدر صغر اور ضعف ہوتا ہے، اور کبھی کسی قدر صلابت کی طرف بھی میلان ہو جاتا ہے (یعنی نبض میں کسی قدر صلابت بھی آجاتی ہے).

حمائے یوم ہمّیہ میں نبض زیادہ دبی ہوئی اور ضعیف نہیں ہوتی ہے، بلکہ اگر کچھ ضعیف بھی ہوتی ہے، تو ضعف کے ساتھ کسی قدر شہوق (بلندی) بھی ضرور پایا جاتا ہے +

حمائے یوم فکریہ میں نبض بلندی اور پستی میں مختلف ہوتی ہے مگر اکثر معتدل ہی ہوا کرتی ہے +

حمائے یوم غضبیہ میں نبض گندہ (موٹی)، ممتلی، بلند (شاہق) اور متواتر ہوتی ہے +

حمائے یوم سہریہ میں نبض ضعیف ہوتی ہے +

حمائے یوم نومیہ وراحیہ میں نبض کے اندر ایک قسم کا امتلاء بخاری پایا جاتا ہے (یعنی نبض کے اندر لطیف ہوائی جسم محسوس ہوتا ہے) +

حمائے یوم فرحیہ میں نبض حمائے یوم غضبیہ کے مانند ہوتی ہے البتہ نبض میں تواتر بہت کم ہوتا ہے +

حمائے یوم فزعیہ (خوف کا بخار) میں نبض کے اندر سخت اختلاف ہوتا ہے +

حمائے یوم تعبیہ (تکان کا بخار) میں نبض صغیر اور ضعیف ہوتی ہے اور گاہے مائل بہ صلابت ہو جاتی ہے +

حمائے یوم غشیہ (غشی کا بخار) میں نبض مختلف الاحوال ہوتی ہے، کبھی تو ساقط اور باطل ہو جاتی ہے، اور یہ اس وقت ہوتا ہے، جبکہ برودت کا غلبہ ہوتا ہے، اور کبھی سریع ہو کر ظاہر ہو جاتی ہے، اور یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ حرارت کا غلبہ ہوتا ہے، اور نبض بلحاظ صلابت اور ردیت کے اصحاب ذبول مختشف کی نبض سے مشابہ ہو جاتی ہے، (ذبول مختشف" تپ دق کا ایک درجہ ہے، اس درجے میں رطوبتیں فنا ہو کر بدن میں سخت خشکی پیدا ہو جاتی ہے) +

حمائے یوم جوعیہ (فاقہ کا بخار) میں مریض کی نبض ضعیف اور صغیر ہوتی ہے، اور گاہے کسی قدر صلابت کی طرف مائل ہوا کرتی ہے +

حمائے یوم سُدیہ میں اگر سُدوں کی کثرت ہوگی تو نبض صغیر ہوگی لیکن اگر سُدوں کی کثرت نہ ہوگی، تو نبض کا صغیر ہو جانا بھی ضروری نہیں ہے +

حمائے یوم ورمیہ میں نبض امتلاء اور حرارت کے باعث عظیم، سریع، اور متواتر چلتی ہے +

حمام یوم استحصافیہ من البرد (یعنی وہ بخار جو سردی لگ جانے سے پیدا ہو) میں جذب نسیم کی ضرورت کے باعث نبض سریع ہوتی ہے، بشرطیکہ سخت سردی کا زمانہ نہ ہو، اور کبھی نبض صلابت کی طرف بھی مائل ہو جاتی ہے +

حمائے یوم استحصافیہ جو کہ قابض پانیوں کی وجہ سے ہو، اس میں نبض زیادہ ضعیف، زیادہ صغیر، اور زیادہ سریع ہوتی ہے +

عفونتی بخاروں میں نبض کے حالات ان کی جنسوں کے اختلاف کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں، علاوہ ازیں اگر ایک ہی نوع کے بخار شدت وضعف میں مختلف ہوں، یا ان کے اعراض قوی یا ضعیف ہوں، تو ان

اختلافات سے بھی نبض کی حالتیں مختلف ہوا کرتی ہیں، نبض میں کبھی صلابت پیدا ہو جایا کرتی ہے، جس کا باعث یا تو وہ ورم حار ہوتا ہے، جو بے حد تناؤ پیدا کرتا ہے: یا یہ کہ وہ ورم حار کسی عصبی عضو میں ہوتا ہے، یا یہ کہ ورم صُلب ہوتا ہے، یا یہ کہ شدید یبوست ہوتی ہے، یا یہ کہ بخاروں کی ابتدا میں برودت کا غلبہ ہوتا ہے +

کبھی نبض میں نرمی پیدا ہو جاتی ہے، کیونکہ مادہ میں رطوبت، نرمی، بلغمیت یا دمویت ہے، اور یا اس لئے کہ ورم کسی نرم عضو میں پیدا ہوا ہے، مثلاً ورم جگر، ورم شُش (ذات الریہ)، ورم دماغ (لیثرغس)، +

گاہے نبض میں نرمی اُس نمی کی وجہ سے آتی ہے: جس کی توقع پسینہ کے ساتھ بخار اُترنے کے وقت ہوتی ہے۔ نبض باریوں کے آغاز میں ضعیف اور دبی ہوئی (منضغط) ہوتی ہے، اس لئے کہ اس وقت قوت مادہ کی طرف رجوع ہو جاتی ہے، اور اس کا تنقیہ کرنے اور روح کو نسیم پہونچانے میں مصروف ہوتی ہے +

عفونتی بخاروں میں بخار ہونے سے قبل (حالت لمیلہ میں) نبض متواتر ہو جاتی ہے۔ جس کا کوئی بیرونی سبب مثلاً تکان یا غصہ وغیرہ نہیں ہوتا۔ اور جب نبض میں انضغاط عارض ہو جائے (نبض دب جائے) تو سمجھنا چاہیے کہ بس نوبت آگئی۔ اور نبض کے انضغاط کے یہ معنی ہیں کہ نبض گہری ہو جائے اور وہ صغیر ہو جائے، جس میں چند بڑے اور قوی نبضات (ٹھوکریں) بھی ہو جائیں اور نبض میں سرعت قوی نہ ہو بخار کے ابتدائی زمانے اور تزید کے وقت میں نبض کے اندر اختلاف کا نمودار ہونا حمائے عفونی کے خصوصی علامات میں سے ہے، اگرچہ یہ اختلاف غب میں زیادہ نمایاں نہیں ہوتا ہے، اس لئے کہ غب کا مادہ ہلکا ہوتا ہے +

غب مطلق یا غب دائرہ (تجاری بخاریتہ) میں نبض دوسرے بخاروں کی نسبت زیادہ تیز اور سریع ہوتی ہے، نبض کا انبساط و انقباض یکساں نہیں ہوتا، بلکہ مختلف ہوتا ہے، کیونکہ اتھار کے وقت مادہ نبض کو

بتکلف تیز کرتا، اور اس کے اختلاف کو بڑھا دیتا ہے. لیکن اس میں نبض کا جو کچھ اختلاف ہوتا ہے وہ تمام دوسرے خلطی بخاروں کے لحاظ سے بہت ہی کم ہوتا ہے. لیکن نبض میں کچھ صلابت ساتھ ہوتی ہے، اور نبض اس میں بہت قوی ہوتی ہے. بلکہ اکثر اوقات نبض میں اختلاف ہوتا ہی نہیں، سوائے اس اختلاف کے جو نفس حمی کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور سبب (مثلاً ثقل مادہ) نہیں ہوتا +

زمانہ ابتدار میں جب تک بخار اچھی طرح نہ پھیل جائے (چڑھ جائے) یقیناً نبض میں تضاغط (پستی - صغر - اختلاف) ہوتا ہے۔ پھر جب بخار چڑھ جاتا ہے، تو نبض قوی، سریع، متواتر ہو جاتی ہے، جس کا اختلاف ایسا زیادہ نہیں ہوتا ہے +

حمائے سونوخس (خون کا بخار) میں نبض عظیم، لین، قوی، ممتلی، سریع اور نہایت متواتر ہوتی ہے، اور اس میں تدریے اختلاف بھی پایا جاتا ہے، لیکن اس کی سرعت اور اس کا اختلاف تپ محرقہ اور غب کی نسبت بہت کم ہوتا ہے +

مواظبہ (حمی بلغمیہ دائرہ، بلغم کا باری والا بخار) اور **لثقہ** (تپ بلغمی لازمی) میں مریض کی نبض ضعیف، پست، اور صغیر ہوتی ہے. شروع میں متفاوت ہوتی ہے، اور اخیر میں متواتر ہو جاتی ہے. ربع (چوتھیہ) اور غب کی بہ نسبت اس میں نبض کا تواتر اور صغر زیادہ ہوتا ہے. اس میں تواتر کی شدت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں صغر کی شدت ہوتی ہے، لیکن ربع کی نبض کی بہ نسبت یہ زیادہ سریع نہیں ہوتی. بلکہ بسا اوقات اس سے زیادہ بطی ہوتی ہے، یا شروع میں ربع کی نبض کے برابر ہی سریع ہوتی ہے، نیز اس بخار میں نبض نہایت ہی مختلف اور غیر منتظم ہوتی ہے، بچوں اور کمزور مریضوں میں نبض کا اختلاف اور بھی زیادہ ہوتا ہے. نبض سے اس بخار کی تشخیص بمقابلہ دوسری علامتوں کے نہایت صحت کے ساتھ ہوتی ہے +

حمی غشیہ خلطیہ - اس بخار کے شروع میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ

قلب کی طرف کچھ سرد مادہ متوجہ ہو کر غشی پیدا کر دیتا ہے، جس سے نبض صغیر، بطی، اور متفاوت ہو جاتی ہے؛ پھر طبیعت اس مادہ کو گرم اور لطیف بنانے کی کوشش کرتی ہے، چنانچہ جس عفونت نے کہ اس مادہ کے بعض حصوں کو تحریک دی تھی، وہی عفونت اس مقصد (گرم اور لطیف بنانے) میں قوت کی اعانت کرتی ہے، جس سے قلب اس برودت کے عذاب سے نجات پا جاتا ہے، لیکن اب اس کی حرارت کے دوسرے عذاب میں گرفتار و مبتلا ہو جاتا ہے، جس سے نبض سریع ہو جاتی ہے، خصوصاً اس کی انقباضی حرکت میں بمقابلہ انبساطی حرکت کے زیادہ تیزی ہوتی ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ باوجود اس سرعت کے صغر، بطوء، اور تفاوت ہی غالب ہتے ہیں +

ربع (چوتھیہ) میں خلط کی خشکی کے باعث نبض مائل بہ صلابت ہوتی ہے، کیونکہ (یہ خلط اپنی خشکی کی وجہ سے) شریان کو اندر کی جانب جذب کرتی ہے، گویا کہ وہ بوڑھے شخص کی نبض ہے۔ اور نیز نبض اُس وقت تک مستوی ہوتی ہے، جب تک خلط سوداوی میں حرکت نہیں آتی، اور جب یہ خلط متحرک ہو جاتی ہے تو غلظت مواد کے باعث نبض بہت زیادہ مختلف ہو جاتی ہے؛ اور نبض کا تفاوُت نوبت کے وقت ظاہر اور نمایاں ہوتا ہے، جو ربع کی پوری نشانی ہے۔ ربع میں غب کے برخلاف نبض میں اکثر انبساط غیر مستوی (ناہموار) ہوتا ہے، اور انقباض میں بہت زیادہ تیزی ہوتی ہے +

اسی طرح ربع میں بلغمی بخاروں کی بہ نسبت نبض میں صغر اور تواتر زیادہ محسوس ہوتا ہے، لیکن سستی میں (بطی ہونے میں) بلغمی بخاروں کے مانند ہی ہوتی ہے۔ ابتداء نوبت کے وقت اسکی سستی (بطوء) اسکا تفاوت اور اختلاف بڑھ جاتا ہے، اس کا یہ اختلاف تمام بخاروں کے اختلاف سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے بعد (ابتداء نوبت کے بعد) نبض عظیم، متواتر اور سریع چلنے لگتی ہے +

دق میں نبض دقیق، صلب، متواتر، اور ضعیف ہوتی ہے، اور

ایک حالت پر قائم رہتی ہے، لیکن غذا کھانے کے بعد نبض قوی ہو جاتی اور عظیم چلنے لگتی ہے +

جب تپ دق درجہ ذبول کو پہونچ جاتی ہے، تو اُس وقت نبض میں صلابت، ضعف، صغر، اور تواتر زیادہ ہو جاتا ہے، بالخصوص جبکہ دق کے پیدا ہونے کا سبب ایسے اورام ہوں، جو تحلیل نہ ہوئے ہوں، تو اس وقت نبض کا تواتر بہت ہی زیادہ ہو جاتا ہے، یہی حال نبض کی سُرعت کا بھی ہے (یعنی نبض زیادہ سریع بھی چلنے لگتی ہے) اور نبض اس قسم سے ہو جاتی ہے جو ذنب الفار کے نام سے مشہور ہے۔ اگر ذبول (جس کے ساتھ ورم ہو) گرم شراب کے پینے سے ہو تو نبض ذنب الفار کے بجائے مِسلّی[۱] (تکلہ نما) ہوگی +

دق الشیخوخت میں نبض مدقوقین کے مانند ہوتی ہے، بلکہ صغیر، بطی، اور متفاوت ہوتی ہے، لیکن جب ضعف زیادہ ہوتا ہے، تو متواتر چلنے لگتی ہے، خصوصاً ان مریضوں میں جن کو یہ مرض سرد پانی پینے سے لاحق ہُوا ہو +

حمائے وبا، (وبائی بخار) میں نبض اکثر متواتر اور صغیر ہوتی ہے +

حمیات اورام - باطنی اورام کے بخاروں میں نبض عفونت کے بخاروں کے مانند ہوتی ہے، ابتدا میں صغیر ہوتی ہے، اور انتہار کے قریب اس کا انقباض سریع ہو جاتا ہے، اس کے بعد عضو اور مادہ کی مناسبت سے عظیم، سریع اور متواتر ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد عضو کے عصبی اور لحمی ہونے کے لحاظ سے منشاری اور موجی چلنے لگتی ہے +

شطر الغب[۲] میں نبض غب (صفراوی بخار) کی بہ نسبت عظم، سُرعت، اور تواتر میں کم ہوتی ہے، اور عظم، سرعت، اور تواتر کے اضداد میں (یعنی صغر، بطوء، اور تفاوت میں) بلغمی بخار کی نسبت کم ہوتی ہے +

---

[۱] قرشی کہتے ہیں، نبض مسلّی سے یہاں وہ نبض مراد نہیں ہے، جسکی تعریف کلیات میں (اور اس رسالہ کے گذشتہ صفحات میں) آچکی ہے، بلکہ اس سے مراد وہ نبض ہے، جسکی باریکی مسلّہ (تکلہ) جیسی ہو کیونکہ شراب زیادہ تحلیل کر دیتی ہے۔ [۲] شطر الغب وہ بخار ہے جو دو بخاروں سے مرکب ہوتا ہے جنمیں ایک صفراوی ہوتا ہے اور دوسرا بلغمی +

حضرت مسیح الملک کے ارشادات
نبض کے بارہ میں

ذیل میں نبض کے متعلق وہ رموز و نکات لکھے جاتے ہیں، جو حضرت مسیح الملکؒ نے طلبائے طبیہ کالج کے سامنے بیان فرمائے تھے۔

ایک بار مسیح الملک مرحوم نے طُرق تشخیص بیان کرتے ہوئے نبض کے متعلق فرمایا تھا کہ۔

"نبض بھی تشخیص میں نہایت ضروری چیز ہے، ڈاکٹروں کا یہ خیال غلط ہے کہ نبض سے سوائے حالات قلب اور کچھ معلوم ہی نہیں ہو سکتا، اور یہ قول بھی صحیح نہیں ہے کہ نبض سے کل امراض کا پتہ لگایا جا سکتا ہے، بلکہ حق یہ ہے کہ ہر شخص اپنے تجربے کے موافق نبض سے امراض کی نوعیت معلوم کر سکتا ہے، بعض کو دس امراض کی نبض کا تجربہ ہوتا ہے، بعض کو بارہ کا، بعض کو اس سے بھی زیادہ کا، اس کا انحصار مشق اور تجربہ پر ہے، بلکہ بسا اوقات مریض کے بیانات کی تردید محض نبض کی حالت سے ہی کی جا سکتی ہے۔"

(۱) اگر کسی شخص کی نبض ممتلی، عظیم، اور سریع ہو، اور اُس نبض کا لمس حار ہو (یعنی چھونے سے انگلیوں کو گرم محسوس ہو) تو یہ سیلان الدم پر دلالت کرتی ہے۔ سیلان الدم خواہ موجود ہو یا آیندہ پیدا ہونے والا ہو۔ یا پیدا ہو چکا ہو۔

اس نبض کا تجربہ دماغی فالج میں خوب ہو سکتا ہے، جبکہ شرائین دماغ میں انشقاق واقع ہو کر سیلان الدم ہوا ہو، اور موجب غشی ہو، لیکن ہلاکت

کے وقت یہ بات نہیں پائی جاتی (یعنی وہ وقت ہلاکت جو کہ سیلان الدم کی وجہ سے ہو)، نیز مرض نار فارسی کے اندر بھی اسی قسم کی نبض ہوتی ہے، لیکن جب تک آتشک کا مادہ خون کے اندر شامل ہو اور بعد میں جبکہ مرض کا اثر ہڈیوں تک پہونچ جائے، مرض مزمن ہو جائے، تو یہ نبض زائل ہو جاتی ہے +

(۲) ایک قسم کی نبض اور ہوتی ہے، جو کہ دل کی حرکت انقلاجیہ کا پتہ دیتی ہے، وہ یہ ہے کہ نبض ممتلی مائل بعظم، سریع، لین اور قلیل شرفاً ہو +

(۳) اگر کسی شخص کی نبض سریع، ضعیف، ممتلی، اور مشرف ہو، تو اس سے فوراً آپ یہ دریافت کریں کہ تمھارا مادۂ منویہ رقیق ہے؟ اگر وہ اس بات کا اقرار کرے تو فوراً ضعف قوت عاقدہ کا خیال ذہن نشین کر لینا چاہئے اور دوبارہ اس سے دریافت کرنا چاہیئے کہ تمھارے ہاں اولاد ہوتی ہے؟ اگر اولاد ہونے کا اقرار کرے، تو فوراً لڑکے یا لڑکی کی بابت دریافت کرنا چاہیئے تو وہ لڑکا ہونے سے انکار کریگا، اگر اقرار بھی کرے تو اس کی موت کی خبر دیگا، لڑکی کی حیات کے بارے میں ضرور وہ اقرار کریگا +

حضرت مسیح الملکؒ نے فرمایا تھا کہ برادر بزرگوار ابو سعید حکیم عبدالمجید خانصاحب بانی مدرسہ طبیہ جب کبھی اس قسم کی نبض دیکھا کرتے تو فوراً مریض سے اولاد کی بابت تذکرہ کرتے، اگر وہ اولاد کے بارہ میں اقرار کرتا، تو وہ لڑکی کے لئے فرماتے تھے کہ تمھارے یہاں لڑکیاں ہوتی ہیں، تو وہ اس بات کا اقرار کرتا، اور لڑکے کی ولادت کی بابت منکر ہوتا، اگر مقر بھی ہوتا تو اس کی موت کی خبر دیتا +

اس نبض کو تمام نبضوں سے زیادہ اہمیت ہے، اور یہ طبیب کی صداقت پر دلالت کرتی ہے، بشرطیکہ کوئی طبیب اس کا ماہر ہو جائے +

(۴) مسلول کی نبض اوائل میں ہمیشہ لین ہوتی ہے، لیکن آخر میں صلب ہو جاتی ہے، اور دق کے اندر اول ہی سے صلب ہوتی ہے، لیکن دق امعاء کے اندر کچھ عرصہ کے لئے اوائل میں لین ہوتی ہے، اور پھر بعد میں اس میں بھی صلابت کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ نیز جو پھیپھڑا ماؤف ہوتا ہے، اس طرف

کی نبض عظیم مائل بہ اشراف پائی گئی ہے۔ لیکن اس کا کچھ اعتبار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ بعض مریضوں کے اندر اس کے خلاف بھی دیکھی گئی ہے +

مدقوق کی نبض: دقیق، سریع، صلب ہوتی ہے، یہ باتیں مدقوق کی نبض کے اندر اول ہی سے پائی جاتی ہیں، اور جس قدر مرض پرانا ہوتا جاتا ہے، یہ حالتیں برابر ترقی کرتی جاتی ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ اس کے اندر ضعف کی شان بھی اضافہ کرتی چلی جاتی ہے +

نبض میں ہمیشہ تین چیزیں دیکھنی چاہئیں: (۱) عصبی و دماغی کمزوری (۲) آلات ہضم اور کبد کا ضعف (۳) قلب کی حالت، ان کے علاوہ سو فیصدی میں سے اٹھانوے اور دیگر عوارض مثل قلت خون بھی ہو سکتے ہیں +

مریض اختلاج کی نبض ممتلی، سریع، لین ہوتی ہے +

چونکہ فی زمانہ عام طور سے قوائے جسمانی خصوصاً قوت حافظہ کمزور ہے، لہذا ہر مریض کی نبض دیکھکر یادداشت میں لکھ لیں، تاکہ ضروری موقع پر کام آئے، اور ہمیشہ نبض دیکھکر دوسرے آدمیوں کی نبض میں مقابلہ کرتے وقت مشترک حرکت یا کیفیت کو ملحوظ رکھیں، مریض جدید کے حالات سابق نبض سے اخذ کریں، مثلاً آج ایک آدمی کی نبض دیکھی، کل دوسرے کی، پرسوں تیسرے کی، تو ان تینوں میں جو کیفیت مابہ الامتیاز یا مشترک پائی جاتی ہو، اس سے حکم کلی لگائیں +

مشترک نبض دیکھکر پہلے اپنا اطمینان کر لیں اور اس کی علت پر غور کریں، مثلاً میں نے ایک بیمار دیکھا تھا، اس کی نبض مُصلب، بطی تھی اور اس کا لمس خشن (یعنی جلد پر خشونت) تھا، یہ نبض میرے مشاہدہ میں آئی ہے، لیکن کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گذری، مریض نے مجھ سے کہا کہ چھ سات ماہ سے اسہال آرہے ہیں، چنانچہ اس نبض کو میں نے اپنے حافظہ میں محفوظ رکھا، اور اتفاقاً پانچ روز کے بعد ایک اور مریض آیا، اس کی نبض اس سابقہ بیمار جیسی تھی، پندرہ روز کے بعد پھر ایک تیسرا مریض آیا، اس کی نبض بھی پہلے اور دوسرے مریضوں کے مانند تھی، چنانچہ میں نے دیکھنے کے بعد فوراً ان دونوں مریضونکو

کہدیا کہ تمھیں دست آرہے ہیں، چنانچہ ان مریضوں نے تسلیم کرلیا، میرے علم میں یہ بات پیدا ہوئی کہ جس شخص کو اسہال آرہے ہوں، اس کی نبض صلب اور بطی ہوگی، اور اس کا لمس خشن ہوگا +

لمس کے خشن ہونے کی وجہ:- جب خون کے اندر سے رطوبت کثیر مقدار میں خارج ہوجاتی ہے، تو جلد پر خشونت (کھردراپن) پیدا ہوجاتی ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ اسہال میں بہت سی رطوبت خارج ہوجاتی ہے +

صلابت کی دلیل:- جرم شریان کی لیونت بھی رطوبت کے اوپر منحصر وموقوف ہوتی ہے، کیونکہ دوران خون کے ذریعہ رطوبت شریانوں کے اندر پہونچتی رہتی ہے، اور چونکہ اسہال میں رطوبت کم ہوجاتی ہے، لہذا شریان میں صلابت کا ہونا یقینی اور لازمی ہے +

بطی ہونے کا سبب:- مرض اسہال کی وجہ سے خون سے مواد صالح اور رطوبت کثیر مقدار میں خارج ہوتی رہتی ہے، لہذا حرکت قلب اور اعصاب جو قلب کی حرکت پر قابو رکھتے ہیں، وہ مرض اور تغذیہ ناقص کی وجہ سے کمزور ہوجاتے ہیں، اس لئے خون بھی ضعف اعصاب کی وجہ سے ٹھہر ٹھہر کر چلتا ہے، اس لئے نبض کی انقباضی اور انبساطی حرکت بھی رُک رُک کر ہوگی، اور قرع دیر میں ہوکر حرکت بطی پیدا کرنے میں معاون ومدہوگا +

(۵) اگر بدن میں خون کم ہونے کے باوجود نبض عظیم کی طرف مائل ہو تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ بدن میں ریاح کی کثرت ہے، یہ نبض اکثر ان بوڑھوں اور ادھیڑ عمر والوں میں پائی جاتی ہے، جو بواسیر عمیا میں مبتلا ہوں +

(۶) نبض سریع، لین، ضعیف، ضعف دماغ پر دلالت کرتی ہے، اس ضعف دماغ کے ساتھ نسیان، دوران سر، ضعف قلب، سوء ہضم، قلت منی، ضعف باہ، سُرعت انزال، ادنی سبب سے تکان اور قلت اسعان عارض ہونگے +

(۷) نبض سریع، عظیم اختلاج قلب پر دلالت کرتی ہے +

(۸) اگر نبض بطی، صُلب ہو، اور جلد پر سے بھوسی الگ ہوتی ہو

تو اسہال مزمن کی شکایت ہے +

(۹) نبض عظیم مائل بہ سُرعت مع حرارت لمس تین چیزوں پر دلالت کرتی ہے: (۱) نار فارسی (۲) گرم ادویہ کا استعمال (۳) قرحۂ احلیل.

(۱۰) بوڑھوں میں نبض عظیم قوی سے فالج کا خوف ہوتا ہے +

(۱۱) نبض ممتلی، سریع، مائل بہ عظم حمل پر دلالت کرتی ہے +
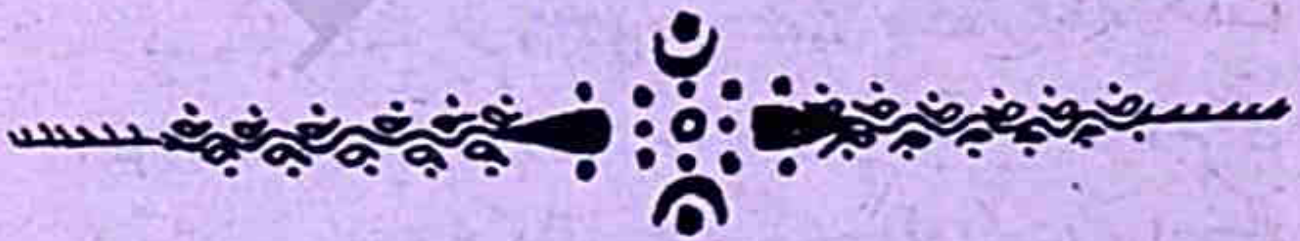
نبض کا تعلق موسیقی سے

(از قانون شیخ)

قرعاتِ نبض نغماتِ موسیقی کے مشابہ ہیں

جنسِ نظام و عدم نظام کو بیان کرنے کے بعد شیخ نے لکھا ہے کہ نبض کے حرکات و سکونات اسی طرح ایک خاص ترتیب و نظام رکھتے ہیں، جس طرح گانے میں مختلف نغمات اور ان کے درمیان کے زمانے ایک خاص ترتیب و نظام رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے قرعاتِ نبض بہت سی باتوں میں نغماتِ موسیقیہ سے مشابہت رکھتے ہیں۔ چنانچہ

علم موسیقی ایک ایسے علم کا نام ہے، جو نغموں (راگوں) کے احوال و کیفیات سے بحث کرتا ہے، کہ آیا وہ قوی ہیں یا ضعیف؛ اور آیا وہ حاد (تیز) ہیں، یا ثقیل (بھاری)۔ پھر یہ کہ یہ نغمات کیونکر جمع ہو کر کانوں کے لئے موجب لذت ثابت ہوتے ہیں، اور کیونکر موجبِ نفرت۔ نیز علم موسیقی اس سے بھی بحث کرتا ہے کہ مختلف نغمات کے درمیان کتنا زمانہ صرف ہونا چاہئے۔ الغرض علم موسیقی دو چیزوں سے بحث کرتا ہے: (۱) براہ راست نغموں کے حالات سے، (۲) اُن زمانوں اور وقفوں سے، جو مختلف نغمات کے درمیان ہونے چاہئیں۔ چنانچہ علم موسیقی کے پہلے حصہ کو علم تالیف کہا جاتا ہے؛ اور دوسرے حصے کو علم الیقاع۔

اسی طرح مختلف باریک، تیز اور بھاری آوازوں، اور مختلف نغمات اور راگوں کے درمیان حدت و ثقل وغیرہ کے لحاظ سے باہمی جو نسبت ہوتی ہے، اسے نسبت تالیفیہ کہا جاتا ہے، اور ان مختلف راگوں کے درمیان جو مختلف مدتیں خرچ ہوتی ہیں، اور ان مدتوں میں جو باہمی تناسب قائم ہوتا ہے، اسکو نسبت الیقاعیہ کہا جاتا ہے۔

موسیقار اُس آلہ کو کہتے ہیں، جس سے راگ نکالے جاتے ہیں، خواہ وہ قدرتی آلہ ہو، جیسے انسان کا حنجرہ، اور خواہ وہ مصنوعی ہو، جیسے ستار، سارنگی اور مختلف باجے +

نقرہ اُس ضرب یا ٹھوکر کو کہتے ہیں، جس سے نغمہ (راگ) پیدا ہوتا ہے، مثلاً ستار کے تاروں پہ انگلیوں کے مضراب سے ٹھوکر لگائی جاتی ہے، اور طبلہ پر ہاتھ سے +

نغمہ (راگ) اُس آواز کا نام ہے، جو کافی دیر تک قائم رہتا ہے، الغرض نغمہ (راگ) نقرہ سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی مثلاً جب طبلہ پر ہاتھ مارا جاتا ہے، تو اس سے ایک آواز پیدا ہوتی ہے جو دیر تک گونجتی رہتی ہے، اس میں ہاتھ کی ٹھوکر نقرہ کہا ہے، اور گونجتی ہوئی آواز نغمہ +

پھر نغمہ (سُر۔ راگ) کی دو قسمیں ہیں: (۱) نغمۂ حادّہ (باریک سُر) (۲) نغمہ ثقیلہ (بھاری سُر) +

نغمۂ حادّہ (باریک سُر) میں بولنے والے تار یا جسم کے اندر اہتزازات وارتعاشات (لرزش۔ کپکپی) بہت تیزی سے واقع ہوتے ہیں؛ اور یہ صورت اُس وقت ہوتی ہے، جبکہ ستار جیسے ساز میں تار یا تانت چھوٹا ہو، یا باریک ہو، یا خوب تنا ہوا ہو؛ اسی طرح طبلہ جیسے ڈھول میں چمڑہ چھوٹا ہو، باریک ہو، اور خوب تنا ہوا ہو؛ اور بانسری جیسے باجہ میں سوراخ باریک ہو، اور پھونک سے قریب ہو +

نغمۂ ثقیلہ نغمۂ حادہ کے مقابلہ میں ہے، جس کے اسباب نغمۂ حادّہ کے اسباب کے مقابل ہوتے ہیں +

موسیقی میں حدت وثقل کے لحاظ سے مختلف سُر نکالے جاتے ہیں۔ اگر مختلف سُر نہ نکالے جائیں، بلکہ ایک ہی سر کو بار بار دُہرایا جائے، تو اس سے کوئی خاص کیفیت سُننے والے کو حاصل

نہیں ہوتی ہے۔ چنانچہ جب دو سُر یا اس سے زیادہ مختلف حدت و ثقل کے اس طور پر جمع ہوں، کہ اس سے سننے والے کو لطف و سرور حاصل ہو، تو ایسے نغمات کو "نغمات مُتَوافِقَہ" (نغمات مُتَّفِقَہ) کہا جاتا ہے، جو موسیقی کی جان ہے، اور اگر مختلف حدت و ثقل کے نغمات اس طرح جمع ہوں کہ سننے والے کو اس سے لطف و سرور کی بجائے نفرت حاصل ہو، تو ایسے نغمات کو "نغمات مُتَنافِرَہ" کہا جاتا ہے، جو موسیقی کے دشمن ہیں +

ان اصطلاحات موسیقی کے بتانے کے بعد اب یہ واضح کیا جاتا ہے کہ نبض کے حرکات و قرعات موسیقی کے "نغمات" سے مشابہت رکھتے ہیں۔ چنانچہ جس طرح بعض نغمات تیز اور بعض بھاری ہوتے ہیں، (بعض آوازیں باریک اور بعض بھاری ہوتی ہیں) اسی طرح بعض نبضیں قوی اور بعض ضعیف ہوا کرتی ہیں۔ علیٰ ہٰذا فن موسیقی میں جس طرح نغمات کی باریکی اور ثقل سے بحث کی جاتی ہے، اور ان مختلف نغمات کے درمیان حدت و ثقل کے لحاظ سے ایک تناسب ہوا کرتا ہے، اور اس تناسب کو "نسبت تالیفی" کے ذریعہ سمجھایا جاتا ہے، اسی طرح نبض کے قرعات میں بھی قوت و ضعف سے بحث کی جاتی ہے، اور قوت و ضعف کے لحاظ سے گویا نبض میں بھی ایک قسم کی نسبت تالیفی ہوتی ہے +

اور جس طرح موسیقی کے مختلف نغمات چھوٹے بڑے ہوا کرتے ہیں، ہر نغمہ ایک محدود زمانہ و وقت لیتا ہے، اور کم و بیش وقفہ سے مثلاً طبلہ پر چوٹ ماری جاتی ہے، یا ستار کے تاروں پر مضراب لگایا جاتا ہے، الغرض مختلف نغمات اور مختلف راگ کے لئے جو چوٹ ماری جاتی ہے (نَقَرات)

ان چوٹوں کے درمیان کم و بیش مختلف وقفے ہوتے ہیں، جنکی باریاں اور دورے فن موسیقی کے لحاظ سے مقرر ہیں، اور ہر گانے میں ان وقفوں کے درمیان ایک خاص تناسب ہوتا ہے، جسکو نسبت ایقاعیہ کہا جاتا ہے، اسی طرح نبض کے حرکات وسکونات کے بھی متعین اوقات ہوتے ہیں، نغمات کی طرح حرکات نبض بھی بلحاظ مدت کے چھوٹے بڑے ہو سکتے ہیں، جسکو سرعت، بطوء، اور تواتر و تفاوت سے بیان کیا جاتا ہے۔ الغرض نبض کے حرکات وسکونات کے درمیان بلحاظ زمانہ کے ایک خاص تناسب ہوتا ہے، جس سے علم نبض میں بحث کی جاتی ہے، اور یہ وہی تناسب ہے جسکو فن موسیقی میں "نسبت ایقاعیہ" کہا جاتا ہے، جو مختلف نغمات اور ان نغمات کے نقرات (ضربات۔ چوٹوں) کے درمیان ہوتی ہے +

اسی بات کو موسیقی کی پیچیدگیوں میں الجھا کر شیخ اس طرح بیان کرتے ہیں، جس میں علمی طور پر کچھ زیادہ فائدہ نہیں ہے:

یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ نبض میں بھی ایک طبیعت موسیقاریہ (موسیقی کی سی نوعیت وخصوصیت) پائی جاتی ہے۔ چنانچہ جس طرح صناعتِ موسیقی (علم موسیقی) میں دو چیزوں سے بحث کی جاتی ہے: (۱) مختلف نغمات کی "تالیف" سے، کہ ان میں حدت و ثقل کے لحاظ سے کس قسم کی نسبت پائی جاتی ہے؛ (۲) ان نغمات کے "ایقاعی دوروں" سے، کہ مختلف نغمات کی ٹھوکروں (نقرات) کے درمیان جو مختلف مقدار کی مدتیں صرف ہوتی ہیں، کس انداز سے اس کے دورے ہونے چاہئیں؛ اسی طرح نبض کا بھی حال ہے، کیونکہ (۱) نبض کے اندر (مختلف قرعات کے درمیان) سُرعت و تواتر کے لحاظ سے جو ایک "زمانی نسبت" پائی جاتی ہے، یہ (موسیقی کی) "نسبت ایقاعیہ" ہے (اور اس سے کسی امر میں اختلاف نہیں رکھتی)؛ اسی طرح (۲) نبض کے مختلف حالات کے درمیان، مثلاً قوت وضعف کے درمیان، اور نبض کی مختلف مقدار (طول و قصر) کے درمیان جو تناسب ہوا کرتا ہے، یہ گویا (موسیقی کی)

نسبت تالیفیہ ہے +

اس کے بعد شیخ اس اجمال کی تفصیل بیان کرتے ہیں، اور اس امر کو زیادہ واضح طریقہ سے سمجھانا چاہتے ہیں کہ موسیقی کی طرح نبض میں بھی تالیف اور ایقاع کی نوعیتیں پائی جاتی ہیں ؛ اگرچہ شیخ کا یہ قول بہ ظاہر نبض و موسیقی کی ایک دوسری تشبیہ ہے :

نسبت ایقاعیہ اور جس طرح ایقاع کے زمانے (یعنی مثلاً مختلف ٹھیکوں اور مضراب کی چوٹوں کے درمیانی وقفے) اور نغمہ کی مقداریں (بلحاظ طول و قصر اور بلحاظ حدّت و ثقل کے) گاہے "متفق" ہوتی ہیں، اور گاہے "غیر متفق" (یعنی گاہے نغمات کی نسبت ایقاعیہ اور ان کی ترتیب و تالیف اور نوعیت باعث لذت و فرحت ہوتی ہے، اور گاہے باعث نفرت و کدورت) ؛ اسی طرح نبض کے "اختلافات (بلحاظ سرعت و بطوء وغیرہ) گاہے "منتظم" ہوتے ہیں، اور گاہے "غیر منتظم"

نسبت تالیفیہ علیٰ ہذا نبض کے مختلف حالات کے درمیان جو باہمی تناسب ہوا کرتا ہے، مثلاً قوت و ضعف کے درمیان، اور نبض کی مختلف مقدار (طول و قصر) کے درمیان جو ایک نسبت ہوا کرتی ہے، یہ بھی (موسیقی کے مختلف نوعیت کے نغمات کی طرح) گاہے "متفق" (مستوی) ہوا کرتی ہے، اور گاہے "غیر متفق" یعنی مختلف +

لیکن (جب یہ صورت ہوگی، یعنی جب نبض کے مختلف حالات کے درمیان کی نسبت متفق (ہموار) اور "غیر متفق" (ناہموار) ہوگی، جسکو بالفاظِ دیگر مستوی اور مختلف کہا جاتا ہے، تو) اس کا شمار جنس نظام سے نہ ہوسکیگا

۵۱ یعنی جس طرح موسیقی کے اندر نسبت ایقاعیہ اور تالیفیہ کی دونوں قسمیں متفق اور غیر متفق پائی جاتی ہیں، اسی طرح نبض کے اندر بھی نسبت ایقاعیہ اور تالیفیہ کی دونوں قسمیں پائی جاتی ہیں ۔ چنانچہ سرعت و بطوء کے لحاظ سے نبض کے اختلاف کا منتظم یا غیر منتظم ہونا نسبت ایقاعیہ کی دونوں قسموں کی طرف اشارہ ہے ؛ اور قوت و ضعف کے لحاظ سے نبض کا مستوی یا مختلف ہونا نسبت تالیفیہ کی دونوں قسموں کی طرف اشارہ ہے +

(کیونکہ جنس نظام میں بہرصورت اختلاف کا ہونا ضروری ہے، اس کے اندر کوئی ایک بھی صورت ایسی نکل ہی نہیں سکتی، کہ اُس میں "اتفاق" ہو، اور اُس کے لحاظ سے کوئی نبض متفق ہو، بلکہ یہ صورت جنس اختلاف و استوار میں داخل ہو جائیگی) +

نغمات موسیقی کے درمیان مختلف نسبتیں ہوا کرتی ہیں

یہ تمکو معلوم ہو چکا ہے کہ موسیقی کے نغمات حدت و ثقل کے لحاظ سے مختلف تناسب رکھتے ہیں، مثلاً بعض سُر بھاری ہوتے ہیں، اور بعض سُر اس سے دوچند یا سہ چند باریک ہوتے ہیں۔ اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان مختلف نسبتوں کے مختلف نام ہیں، اور بقول جالینوس ان میں سے چند نسبتیں نبض میں بھی محسوس ہو سکتی ہیں؛ بایں معنے کہ مثلاً ایک قرعہ ضعیف ہے، تو دوسرا قرعہ اس سے کتنا قوی ہے، دوچند، یا سہ چند، یا ڈیوڑھا، یا سوایا، وعلے ہٰذا القیاس۔ چنانچہ نغمات موسیقی کی پانچ نسبتوں کے نام درج ذیل ہیں :-

(۱) جب دو نغمے اس قسم کے ہوں کہ ان دونوں کے درمیان حدت و ثقل کے لحاظ سے دوچند کی نسبت ہو، مثلاً ایک کا درجہ دو ہو، اور دوسرے کا چار، تو اس قسم کی نسبت کو نِسْبَۃ بِالْکُلّ (یا نسبۃ ذی الکُلّ) کہا جاتا ہے +

(۲) جب دو نغمات کے درمیان دو اور تین کی نسبت ہو، یعنی ڈیوڑھے کی نسبت ہو، تو اسے نسبۃ بِالْخَمْسَۃ کہا جاتا ہے +

(۳) جب دو نغمات کے درمیان تین اور چار کی نسبت ہو، یعنی دوسرا نغمہ پہلے نغمہ سے صرف اُسکی تہائی کے برابر زائد ہو، تو ایسی نسبت کو نسبۃ بالاَرْبَع کہتے ہیں +

(۴) جب دو نغمات کے درمیان چار اور پانچ کی نسبت ہو،

یعنی دوسرا نغمہ پہلے کے مقابلہ میں سوایا ہو، تو اسے نِسبَۃُ الزَّائِدِ رُبعاً کہا جاتا ہے +

(۵) جب دو نغمات کے درمیان دو اور چھ کی نسبت ہو، یعنی دوسرا پہلے کے مقابلہ میں سہ چند ہو، تو اسے نِسبَۃُ الکُلِّ وَالخُمسَۃُ کہتے ہیں۔ اس نسبت کو اس مرکب نام سے یاد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حقیقت میں "نسبۃ بالکل" (دونے کی نسبت) اور "نسبۃ بالخمسہ" (ڈیوڑھے کی نسبت) سے مرکب ہوا کرتی ہے؛ کیونکہ دونے کی نسبت میں دو اور چار کی نسبت ہوتی ہے (۲×۴) اور ڈیوڑھے کی نسبت میں دو اور تین کی (۲-۳)؛ پھر ان دونوں نسبتوں میں سے دونوں بڑے عددوں کو (۳ × ۴) کو ایکدوسرے میں ضرب دیا جائے تو حاصل ضرب بارہ حاصل ہوگا؛ اور دونوں چھوٹے عددوں (۲ × ۲) کو یعنی دو کو دو میں ضرب دیا جائے تو چار حاصل ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ بارہ اور چار (۱۲ ۴) کے درمیان تگنے کی نسبت ہے۔ اسی لئے اسکو دونوں مذکورہ نسبتوں سے مرکب کیا جاتا ہے +

ان کے علاوہ موسیقی میں اور بہت سی نسبتیں پائی جاتی ہیں، جنکا شمار کرنا اس وقت غیر ضروری ہے، مثلاً دوسرا نغمہ پہلے نغمہ سے چھٹے حصے کے برابر زائد ہو، ساتویں حصے کے برابر زائد ہو، آٹھویں حصے کے برابر زائد ہو، وعلے ہذا مثلاً بیسویں اور تیسویں حصے کے برابر زائد ہو +

جالینوس کی رائے ہے کہ (مختلف نبض کے) وزن کی نسبتیں جس قدر محسوس ہو سکتی ہیں، وہ موسیقی کی مندرجۂ ذیل پانچ نسبتوں میں سے کوئی ایک نسبت ہوتی ہے:

(۱) نبض کا وزن "نسبۃ الکل والخمسہ" پہ ہو، اور یہ تگنے کی نسبت ہے (یعنی ایک قرعہ مثلاً بلحاظ قوت کے ایک درجہ رکھتا ہو، تو دوسرا قرعہ

اس سے یگنا قوی ہو، یا بالفاظ دیگر دونوں میں دو اور ڈیڑھ کی نسبت ہو) + (اس نسبت کا نام "نسبتہ الکل والخمسۃ" رکھا گیا ہے) اس لئے کہ یہ دو نسبتوں سے مرکب ہوتا ہے: (الف) دو نے کی نسبت سے، (جسکو "نسبتہ الکل" کہا جاتا ہے)، اور (ب) ڈیوڑھے کی نسبت سے، جسکو "نسبتہ بالخمسۃ" کہا جاتا ہے +

(۲) نبض کا وزن "نسبتہ الکل" پر ہو، اور یہ دُگنے کی نسبت ہے (مثلاً نبض کا ایک قرعہ دو درجہ قوی ہو، تو دوسرا قرعہ چار درجہ) +

(۳) نبض کا وزن "نسبتہ بالخمسۃ" کے مطابق ہو، اور یہ ڈیوڑھے کی نسبت ہے، (یعنی نبض کا مثلاً ایک قرعہ دو درجہ قوی ہو، تو دوسرا قرعہ تین درجہ) +

(۴) نبض کا وزن "نسبتہ بالاربعہ" کے مطابق ہو، اس نسبتہ میں ایک تہائی کی زیادتی ہوا کرتی ہے (مثلاً نبض کا ایک قرعہ تین درجہ قوی ہو، اور دوسرا قرعہ چار درجہ) +

(۵) نبض کا وزن "نسبتہ الزائد رُبعاً"، کے مطابق ہو، (یعنی دو قرعات میں سوائے کا فرق ہو، مثلاً ایک قرعہ اگر چار درجہ قوی ہو، تو دوسرا پانچ درجہ) +

اس کے بعد (دوسری نسبتیں) محسوس نہیں ہوا کرتی ہیں (کیونکہ نبض کے مختلف قرعات میں گگنے سے زیادہ اختلاف کا ظاہر ہونا ایک امر بعید ہے، اور "سوائے" سے کم کو انگلیوں سے معلوم کرنا مشکل ہے) +

جالینوس کا قول ہے کہ "ان پانچوں نسبتوں میں سب سے بڑی نسبت "دگنے" کی ہے، اور سب سے چھوٹی نسبت "سوائے" کی، جس میں دوسرا قرعہ بمقابلہ پہلے کے ایک چوتھائی زائد ہو۔ نبض میں اس سے بڑی نسبت مثلاً "چوگنے" کی نسبت کا پایا جانا بہت ہی بعید ہے، مثلاً ایک قرعہ بلحاظ قوت یا صلابت کے ایک درجہ رکھتا ہو، تو دوسرا قرعہ اس سے چوگنا ہو۔ اسی طرح سب سے

چھوٹی نسبت "سوائے" کی ہے، جس سے کم کا وقوع اگرچہ ممکن ہے، مگر انگلیوں سے ایسے باریک اختلاف کا معلوم کرنا محال ہے۔ رہی موسیقی کی نسبتیں، تو وہ کانوں سے دریافت کی جاتی ہیں، اور قوت سامعہ بمقابلہ قوت لامسہ کے بہت ہی لطیف و نازک ہے، حتیٰ کہ دو سروں میں اگر بتیسویں (۳۲) حصے کے برابر بھی اختلاف ہو، تو قوت سامعہ اس میں فرق کر لیتی ہے؛ لیکن قوت لامسہ جیسی کثیف قوت سے یہ ناممکن ہے!" (گیلانی) +

پانچوں نسبتوں کی مثالوں میں "قوت" کا ذکر کسی خصوصیت کی وجہ سے نہیں کیا گیا ہے، بلکہ محض کسی مثال کا دینا ضروری تھا، ورنہ یہ نسبتیں اور ایسے اختلافات جس طرح قوت و ضعف میں ہو سکتے ہیں، اسی طرح صلابت و لیونت وغیرہ میں بھی ہو سکتے ہیں +

نبض کی ان (پانچوں) نسبتوں کو ٹٹول کر معلوم کر لینا، (ان لوگوں کے لئے) میں اس چیز کو ایک بڑی بات سمجھتا ہوں (جو نغموں اور سروں کے تناسب سے اور ان سروں کے وقفوں، یعنی ایقاعی درجات سے بخوبی واقف اور مانوس نہ ہوں)۔ اور ان لوگوں کے لئے اسکو آسان سمجھتا ہوں، جو علم موسیقی کی وجہ سے ایقاع کے درجات اور نغموں کے تناسب سے مانوس اور اس کے عادی ہوں؛ پھر اس کے بعد انہیں اس امر کی بھی قدرت حاصل ہو کہ وہ موسیقی کے جاننے کے بعد ذہنی چیزوں کو عملی چیزوں پر قیاس کر سکیں (اور معلومات دماغیہ کو مصنوعات عملیہ پر تطبیق دے سکیں)۔ (موسیقی کے) ایسے ماہر لوگ جب اپنی توجہ و فکر کو نبض کی طرف منعطف کرینگے، تو ممکن ہے کہ وہ ٹٹول کر ان نسبتوں کو معلوم کر لیں +

تمت